

# الروياني

ڈاکٹر فَمَانْ فَنَّتَحْ پُوری

ناشر حلقہ نیاز و نگار کراچی

# اُردو کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

ناشر حلقہ نیاز و نگار کراچی

# جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب کا نام  
اردو کی نعتیہ شاعری

مصنف  
ڈاکٹر فرمان فتح پوری

طبع اول  
لاہور ۲۵۔ ۱۹۴۸ء

طبع دوم

قیمت

نامشہ  
حلقة نیاز ذنگار کراچی  
ملنے کا پتہ

---

بیکن بجس، بوسن روڈ ملٹان  
مکتبہ عالیہ اردو بازار لاہور

## فہرست مضمومین

- ۱۔ کتاب سے پہلے (طبع اول) :
- ۲۔ کتاب سے پہلے (طبع دوم)
- ۳۔ نعت، ایک صفت سخن کی حیثت سے  
نتع اور عقیدہ رسالت، نعت کا مفہوم، نعت  
کی جمیعت اور موضوع، موضوع کی اہمیت اور  
ہماری بے احتسابی۔
- ۴۔ عربی فارسی نعت اور اردو پر اس کے اثرات  
حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، بوصیری، سعدی،  
امیر خسرو، جامی، قدسی اور بعض دیگر شعراء
- ۵۔ اردو میں نعت گوئی کی مقبولیت اور اس کے اسباب محرکات  
نعت دریعہ تجات و کارثواب، نعت علماء  
صوفیا کی وجہ پر اور نعتیہ شاعرے، میلاد شریف  
کی محفلین اور سیرت النبی کے جلسے، محفل شاعر  
سلک طریقت اور صوفیا کرام
- ۶۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی روایت اور اس کا مبھرا نہ جائزہ  
رسمی نعت گوئی اور اس کی مختلف سورتیں، اردو  
میں حقیقی نعت گوئی کے دور کا آغاز، محسن کا کورسی  
کی نعتیہ شاعری اور اس کی خصوصیات، امیر میانی  
مولانا سالی اور مولانا لطف نلی خاں کی نعتیہ شاعری۔

علامہ اقبال کی شاعری اور نعت کے موضوع سے  
اُس کا رشتہ، بعض صوفی و عالم شاعر اور ان کا  
نقیبیہ کلام، چودھری دلورام کوثری ایک ہندو  
ماشی رسول، متكلم تاریخِ اسلام و سیرتِ نبوی  
کے مختلف مجموعے اور شاہنامہ اسلام، محمد حنفی  
کے بعض نعمت گوشاء اور ان کا نقیبیہ کلام۔

#### ۷۔ تبرکات (عربی-فارسی)

شیخ سعدی ۱۲۰، شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۰، نواجہ  
نظم الدین اولیا ۱۲۱، امیر خسرو ۱۲۲، عبد الرحمن  
جاہی ۱۲۳، جان محمد قدسی ۱۲۳، اسد الدخان غالب  
۱۲۵، شاہ نیاز احمد بڑی ۱۲۶، علامہ اقبال ۱۲۷

#### ۸۔ منتخب نعمتیں (اُردو)

امیر ممتازی ۱۲۰، اسماعیل میر بخشی ۱۲۲، علامہ اقبال ۱۲۳  
اختر شیرانی ۱۲۳، احسن مارہودی ۱۲۵، اصغر گوہدی  
۱۲۵، اختر حیدر آبادی ۱۲۶، اکبر الہ آبادی ۱۲۷  
اکبرداری میر بخشی ۱۲۸، اقبال سیل ۱۲۹، احسان داش  
۱۲۰، افقر موبایلی ۱۲۱، احمد نعیم تاسمی ۱۲۱  
محمد اعظم چشتی ۱۲۲، اسیر بدایوی ۱۲۲، اختر  
(ہری چند) ۱۲۳، آزاد (جگن ناتھ) ۱۲۵، اخترین  
۱۲۴، اطہر نقیس ۱۲۷، ابراہیم غلیل شیخ ۱۲۸،  
بیدم داری ۱۲۹، بیدل جبلپوری ۱۵، بزرگ گھنی اها

بیان نیراثی ۱۵۲، حفیظ نائب ۱۵۲، ثروت حسین ۱۵۳  
 عبدالکریم شریع ۱۵۵، جوہر (مولانا محمد علی) ۱۵۶، جوش  
 طبع آبادی ۱۵۷، بگرمراود آبادی ۱۵۸، حائل  
 (الطف حسین) ۱۵۹، حضرت مولانی ۱۶۲، حسن رضاخان بریلوی  
 ۱۶۳، حفیظ جالندھری ۱۶۴، حمید صدیقی لکھنؤی ۱۶۴  
 عبدالرحمٰن راسخ دہلوی ۱۶۹، رضا بریلوی (مولانا احمد رضاخا)  
 ۱۷۰، روشن صدیقی ۱۷۱، شاه محمد تقی بریلوی ۱۷۲  
 ساتر نظامی ۱۷۳، سحر انصاری ۱۷۴، شهیدی (کرامت علی)  
 ۱۷۵، شهید (غلام امام) ۱۷۶، شفیق کولی ۱۷۷، اشتری پیلانی  
 ۱۷۸، شاہزاد لکھنؤی ۱۷۹، شہزاد احمد ۱۸۰، شوئی (اقبال حسین)  
 ۱۸۱، ضیاء العادری بدایوی ۱۸۲، طفر (مولانا طفر علی خاں)  
 ۱۸۳، طفر (سراج الدین) ۱۸۴، غلام منسطی اعشقی ۱۸۵  
 عبدالعزیز خالد ۱۸۶، عاصی کرنالی ۱۸۷، عارف عبدالمتین ۱۸۸  
 فیض الحسن سمارپوری ۱۹۲، فرمان فتح پوری ۱۹۳، کیف لونکی  
 ۱۹۴، کوثری (دولرام) ۱۹۵، قاضی نذر الاسلام ۱۹۶  
 قیصروارثی ۱۹۷، متوّر بدایوی ۱۹۸، ماہر القادری ۱۹۹  
 محشر رسول نگری ۲۰۰، منتظر حسین شور ۲۰۱، مظہر عزانی  
 ۲۰۲، پاظر (خوشی محمد) ۲۰۳، نیر و اسٹی ۲۰۵، وشت  
 کلکسوی ۲۰۶، وجید ہسوی ۲۰۷، یوسف ظفر ۲۰۸

## فهرست مأخذ

- ۱- "احسن الکلام" از مولانا احسن مارہروی مطبوعه کتبخانه تخلیق ادب کراچی ۱۹۴۵
- ۲- اسرار خودی و روز بے خودی از علامہ اقبال مطبوعه لاہور ۱۹۶۷
- ۳- ارمنان حجاز از علامہ اقبال مطبوعه لاہور ۱۹۶۷
- ۴- "ارمنان نعمت" مطبوعه کتبخانه دین و ادب کھنلو ۱۹۴۳
- ۵- انوار طبیبہ از بیدل جبلپوری مطبوعہ ڈیستش پرنٹنگ پریس کراچی
- ۶- بال جبریل از علامہ اقبال مطبوعه لاہور ۱۹۶۲
- ۷- "بہارستان" از مولانا اطفر علی خاں مطبوعه کتبخانہ کاروان لاہور
- ۸- تذکرہ شعراء حجاز از امداد صابری مطبوعه کتبخانہ شاہراہ اردو بازار دہلی ۱۹۴۹
- ۹- "جام دارث" از قیصرداری مراد آبادی مطبوعہ نذر پرنٹنگ درکس کراچی ۱۳۷۳
- ۱۰- "حدائقِ بخشش" از مولانا احمد رضا خاں ساحب بریلوی مطبوعہ دہیم پرنٹنگ گلپنی کراچی
- ۱۱- "حیاتِ سعدی" از مولانا حالی مطبوعہ ایم فرمان علی اینڈ ستر لاہور
- ۱۲- حیات از مولانا اطفر علی خاں مطبوعه کتبخانہ کاروان لاہور
- ۱۳- "حدیث قدسی" مطبوعہ مطبع محمد دمی بھٹی ۱۲۶۳
- ۱۴- "دیوانِ شمیدی" از کرامت علی ناشر شمیدی مطبوعہ نول کشور کھنلو ۱۹۱۳
- ۱۵- "دیوانِ نقیہ" از وحید ہسوی مطبوعہ مطبع اکھیل بہارج ۱۹۲۹
- ۱۶- "دیوانِ نیاز" از شاہ نیاز بریلوی مطبوعہ تنظیم خدام سلسلہ نیازیہ کراچی ۱۳۲۶
- ۱۷- "دیوانِ حافظہ" از ساقط شیرازی مطبوعہ نول کشور ۱۹۸۹
- ۱۸- "ذوقِ نعمت" از مولانا حسن رضا خاں بریلوی مطبوعہ دین محمد پریس لاہور ۱۳۲۶

- ۱۹ - "سلام قدس" مرتبه سید طفیل احمد بدر مطبوعه تاج کپنی گراپی ۱۳۶۳
- ۲۰ - "شیر العجم" از مولانا بشی مطبوعه ایم فرمان علی ایند نشر لاهور
- ۲۱ - "شعله و شبنم" از جوش شیع آبادی مطبوعه مکتبه با معاو دہلی ۱۴۳۴
- ۲۲ - "شعر دنکت" از نیر و اسلی مطبوعه سراج الدین ایند نشر لاهور ۱۴۵۹
- ۲۳ - "شاہنامه اسلام جلد اول" از حفظ جالندھری مطبوعه سلطان بک پوچید آباد دکن شیخ اول
- ۲۴ - "شاہنامه اسلام جلد سوم" از حفظ جالندھری مطبوعه لاهور ۱۴۳۸
- ۲۵ - "غزل و غزال" از سراج الدین طفر مطبوعه فیر در نشر لاهور ۱۴۴۸
- ۲۶ - فخر کونین جلد اول و دوم از محشر رسول نگری مطبوعه ۱۴۴۲ اذرن
- ۲۷ - کلیاتِ نظم حالی جلد اول و دوم مرتبه داکڑ افتخار احمد صدیقی مطبوعہ مجلسِ زبان ادب لاهور ۱۴۷۰
- ۲۸ - کلیاتِ حضرت مولانا مطبوعه شیخ خلام علی ایند نشر لاهور
- ۲۹ - کلیاتِ غلام امام شمید مطبوعه نول کشور لکھنؤ ۱۳۱۷
- ۳۰ - کلیاتِ نعمت محسن کاکور دی مطبوعه الناظر پریس لکھنؤ ۱۴۰۹
- ۳۱ - کلیاتِ نظم و نثر سعدی مطبوعه نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۵
- ۳۲ - کلیاتِ جامی مطبوعه نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۳
- ۳۳ - کلیاتِ نابل (فارسی) مطبوعه نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۵
- ۳۴ - کلیاتِ اسماعیل میرٹھی مطبوعه دیال پرمنگ پریس دہلی ۱۹۲۹
- ۳۵ - کلیاتِ امیر خسرو مطبوعه نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۴
- ۳۶ - "گلباگب حرم" از حمید صدیقی لکھنؤ مطبوعه مکتبه جامعہ دہلی ۱۳۴۵
- ۳۷ - "مقبوس سلام" مرتبه ساجد صدیقی مطبوعه مکتبہ دین و ادب لکھنؤ ۱۴۴۵
- ۳۸ - "محمد خاتم النبیین" از امیر میانی مطبوعه مطبع سعیدی حید آباد دکن ۱۳۸۹
- ۳۹ - "منور فتحیں" از منور بدایونی مطبوعه سلطان حسین ایند نشر کراپی ۱۴۴۳

- ۳۰ - "محمد محمدی" از عشق محمد آبادی مطبوعہ مطبع شمسی حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ء
- ۳۱ - "مسحی بیدم" از بیدم دارثی مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنٹر لاهور ۱۲۵۲ء
- ۳۲ - "منہنا" از عبدالعزیز خالد مطبوعہ کتب لینڈ کراچی ۱۹۴۴ء
- ۳۳ - "طفو طلات شاہ عبدالعزیز" (اُردو ترجمہ) مطبوعہ پاکستان ایجوکیشن پبلیشورز لینڈ کراچی ۱۹۴۷ء
- ۳۴ - "ماہنامہ ماہ نو" کراچی سیرت رسول نمبر بایت جوالی اگست ۱۹۴۳ء
- ۳۵ - "ماہنامہ خاتون پاکستان" کراچی رسول نمبر ۱۹۴۳ء
- ۳۶ - "نغمہ روح از بیڑا و لکھنؤی مطبوعہ پاکستان کو اپر ٹیو سوسائٹی کراچی
- ۳۷ - "ہندو شرا کا فتحی کلام" مرتبہ فاطمہ مراد آبادی مطبوعہ نارت پلشک ہاؤس لاہل پور ۱۹۳۹ء
- ۳۸ - "ہندو شرا اور دربار رسول" مرتبہ محفوظ الرحمن مطبوعہ انجمن تبلیغ الاسلام نگرام لکھنؤ مخزوں کتب خانہ خاس انجمن ترقی اُردو کراچی

# انتساب

شیمیم صاحب کے نام  
کر

اس کتاب کے اصل محرک وہی ہیں

فرمان فتح پوری

# کتاب سے پہلے

(طبع دوم)

لغت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نایت عظیم و دینے موضوع ہے اس کی عظمت دعست کی حدیں ایک طرف جب سے دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔ شاعر کے پائے فنکر میں ذرا سی لغزش ہوتی اور وہ "لغت" کے بجائے گی "حمد" و "منقبت" کی سرحدوں میں۔ اس لئے اس موضوع کو یا تھے لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی لغت کا راست بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک لغتی قصیدے میں جس کا مطلع ہے ۷

اقبال کرم می گزوار باب ہم را  
ہمت نخورد فیشر لا لغسم را

بہت صحیح کہا ہے کہ ۷

عرفی مشتاب ایں رہ لغت است نہ صحر است  
آہستہ اکہ رہ، بردم تین است قدم را

یہی وہ مشکل ہے جس کے سبب کہا جاتا ہے کہ جب تک کوئی شاعر عاشق رسول ہونے کے ساتھ تو حیدور سالت اور عبودیت کے نازک رشتوں کو پوری طرح نہ سمجھتا ہوا؛ برپے جذبات و انکار اور عquam و خیالات کے انطار میں ان رشتوں میں کامل ہم آہنگی نہ پیدا کر سکتا ہو وہ قادر الکلامی اور عینِ مولی طباعی کے باوصاف لغت گوئی کے منصب سے حقیقی معنوں میں عمدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس مشکل کے باوجود شرعاً عربی و فارسی کی

طرح اکثر اردو کے شعراء بھی "لغت" کے موضوع پر طبع آزمائی کی جو ان میں سے بعض نے نعتیہ شاعری کے نسایت اچھے نہ نہیں یادگار چھوٹے ہیں اور خود کو ایک بلند پایہ شاعر ثابت کیا ہے۔

تاریخی حیرت سے اردو میں لغت گولی کی روایت تئی مہین بہت پرانی ہے۔ اتنی ہی پرانی جتنی خود اردو شاعری ہے۔ قدیم دکنی شعر سے لے کر آج تک، اردو کا شاید ہی کوئی شاہ ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کئے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شفت اور لگاؤ کے ساتھ کے ہیں کسی نے مخفف تکلفات سے کام لیا ہے کیونکہ تو اتر و اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے اور کسی نے گلبے گلبے طبع آزمائی کی ہے۔ کسی نے طویل نعتیہ و قصیدے اور مشتویاں لکھی ہیں، کسی نے مختصر نعتیہ غزلیں اور رباعیات کیں ہیں۔ کسی نے سیرت و شخصیت کے اوصاف بیان کئے ہیں کسی نے صحیحات و غزوات کو شعر کا موضوع بنایا ہے۔ کسی نے نعتیہ شاعری کے پورے پورے دیوان یادگار چھوڑے ہیں اور کسی کے لیے اکاڈمیک نعتیہ غزلیں نظر آتی ہیں۔ کچھ نے اعلیٰ درجے کی شاعری کے نمونے پیش کئے ہیں اور کچھ اوسط و ادنیٰ سے آگے نہیں بڑھ کے لیکن دوچار شعر قریب قریب ہر ایک نے کئے ہیں۔ مسلسل نہ سی متفرق اشعار کی صورت میں سی:

ان حالات میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں لغتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہو گا۔ یہ مانا کہ اس ذخیرے کا زیادہ حصہ بعض دوسرے موضوعات کی شاخی کی طرح معنوی درجے کا ہے لیکن ایک حصہ خزرو ایسا ہے جو نکرہ فن کے معیاروں پر پورا اُرتتا ہے اور بلند پایہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن کس قدر حریرت کا مقام ہے کہ اس ذخیرے کو اب تک کسی نے قابل اعتمان نہیں جانا۔ اردو شاعری کی دوسری اصناف غزل، و قصیدہ، مشنوی، رباعی و غیرہ کے بارے میں لکھتا فرماتی مقامات لکھے گئے ہیں اور سیاڑوں تحقیقی و تدقیدی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں لیکن

لغت گول پر چند متفرق مفہومیں کے سوا کوئی مختصر کتاب بھی نظر نہیں آتی۔ اسی کے جواب یہ کہا جاسکتا ہے کہ "لغت" کوئی صفت سخن نہیں ہے۔ اس کی کوئی ہیئت نہیں ہے بلکہ مختلف ہیئتیں میں اس کے موضوع کو برداشتیا ہے اور اسی لئے صفت سخن کی ہمیلتے اس پر کام کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یہ جواب شافی نہیں ہے۔ زندگی اور شعر و ادب کے سیکڑوں ایسے پہلو ہیں جو اصنافِ شعر کے زمرے میں نہیں آتے۔ پھر بھی ہمارے تحقیقیں ناقہ دین نے ان پر خاطر خواہ توجہ دی ہے۔ مثال کے طور پر "طنز و مزاج" اور "مشیہ" کو لے لیجئے۔ ہیئت کی پابندی ان میں بھی نہیں ہے۔ کسی ہیئت میں بھی مزاج یہ نظم ہمارے کہا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بھی اصنافِ سخن سے خارج ہیں، لیکن سب جانے ہیں کہ ان دونوں موضوعات پر اردو میں خاصاً کام ہوا ہے اور ہورہا ہے۔ لیکن "لغت" کی پڑاب تک کسی طرح کا کوئی قابل ذکر کام منتظر عام پر نہیں آیا۔

اس کمی کا احساس دراصل زیرِ نظر کتاب کی تالیف و اشاعت کا جواز ہے لیکن میں اعتراف کرتا چلوں کہ میری کتاب فتحیہ شاعری کے موضوع پر کوئی محققانہ کتاب نہیں۔ اسے آپ اردو کی فتحیہ شاعری کی تاریخ بھی نہیں کہ سکتے۔ اس لئے کہ اس میں فتحیہ شاعری کے سارے ادوار و افراد اور احوال و آثار کی تفصیل تاریخ دار یا لحاظ نہیں درج نہیں ہے یہ لغت گوشرا کا ذکر بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں سارے شاعروں کا ذکر بھی چند کا ذکر آیا ہے۔ یہ اردو کی فتحیہ شاعری پر جامع تنقیدی تصنیف بھی نہیں ہے بلکہ زیرِ نظر کتاب اردو کی فتحیہ شاعری کا ایک سرسری سبقانہ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جملہ لغت کے سلسلے میں اس تنقیدی و تحقیقی مواد کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا جس کا ذکر میں نہیں بھی اور پر کیا ہے۔ اس کتاب کا اصل مقصد اس کی کوپورا کرنا نہیں بلکہ کمی کا احساس ہلانا ہے اور اگر اس کتاب کے مطالعوں کے بعد شعر و ادب کے چند طالب علموں میں بھی یہ احساس پیدا ہو گی تو میں خود کو اپنے مقصد میں کامیاب سمجھوں گا۔

میں نے عرض کیا ہے کہ یہ کتاب تحقیقی نوعیت کی نہیں ہے۔ اگر آپ یہ پڑھ لگانا چاہیں کہ اردو کی پہلی لغت کوئی نہیں ہے، پہلا لغت گو شاعر کے کہہ سکتے ہیں۔ کس شاعر کے دیوان میں کہتے نہیں اشعار ہیں۔ اردو میں کہتے ایسے شاعر ہیں جنہوں نے صرف لغتیں کہی ہیں۔ لغتیہ شاعری کا دیوان کون کون شاعروں نے مرتب کیا ہے۔ کس کا دیوان قلمی ہے اور کس کا چھپ چکا ہے۔ اردو شاعری کے ذمہ میں سیاست کے لحاظ سے تقیدہ، مشنومی، رباعی اور غزل کی تعداد میں کیا تسلیم ہے، تو آپ کو اس قسم کے سوالوں کے جوابات اس میں زملیں گے۔ بات یہ ہے کہ یہ کتاب ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے نہیں بلکہ لغت کے بارے میں اس قسم کے سوالات اٹھانے اور ان کے جوابات تلاش کرنے کے احساس کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ کاش کوئی صاحب علم و فن سامنے آئے اور ایک جامع تحقیقی کتاب کے ذریعے ان سوالوں کا جواب دے سکے۔

باہم ہمہ میری کتاب اس حد تک محققانہ فہرست ہے کہ اس کا معلوماً حصہ سنی  
سالی باتوں کے سمارے نہیں لکھا گیا بلکہ جن شعر کے لغتیہ کلام کا ذکر اس کتاب میں  
آیا ہے ان کے کلام پر ایک تظریض رد اعلیٰ گئی ہے۔ اس ایک تظریض کے سلسلے میں بھی بعض  
مقامات پر ڈری انجینئرنگ کا سامنا کرنا پڑا مثال کے طور پر یہ لغتیہ تفعیل ہے

یا ساحب الجمال و یا سید الدبر

من وجہک المیر و لقدر نور لفتر

لا یکین الشنا رکما کان حفت

بعد از خدا بزرگ قوی تقصہ محضر

مجھے ایک مدت سے یاد ہے اور مجھے جیسے ہزاروں کو یاد ہے اس کا آخری مصیر تو ضرب المثل  
بن گیا ہے اور عام و خاص سمجھی کے حل و فصل میں ہے۔ پورا قطعہ بھی مختلف کتابوں مقالوں  
اور خطبیوں میں بار بار نقل ہوا ہے۔ بعض نے شاعر کا سراغ دیا ہے۔ بعض نے نہیں دیا۔

جن لوگوں نے سُراغ دیا ہے ان میں سے بعض نے اسے حافظ کے نام سے لکھا ہے۔ بخش سے مسعودی کے نام سے کسی نے جامی سے منوب کیا ہے اور کسی نے قدسی سے۔ مجھے ان بزرگوں کے داداں و کالیات میں یہ قطعاً نظر نہ آیا تو صاحب قطعہ کی تلاش شروع ہوئی۔ سیکرڈوں سے استفار کیا اور سیکرڈوں کے مجموعہ ہائے کلام دیکھے۔ آخر آخراً معلوم ہوا کہ یہ مشہور محرف قطعہ کسی ایرانی شاعر کا نہیں بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ کے لائیق فرزند شاہ عبدالعزیز کا ہے اور شاہ صاحب کے مخطوطات میں موجود ہے۔ اس قسم کی الحجفیں اور کئی جگہ پیدا ہوئیں جن کا ذکر اس جگہ لا حائل ہے۔

اشعار کے غلط انتساب کی ایسی اور مثالیں ان مجبوحہ ہائے لغت میں نظر آتی ہیں جو مختلف ناشروں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں اور ان کا استعمال زیادہ تر قوالوں کی پارشیاں کرتی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں آپ کو اس کتاب میں شاید نہ لیں گی تفصیل میں میں دلانتہ نہیں گیا۔ اجمال کے ساتھ جو کچھ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے وہ حتی الوضع چھان بین کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ رہ گئے اس کتاب کے تقيیدی مباحثت سو اس سلسلے میں نعمت کے فن، اس کے موصوع، لغت گولی کے ارتقا، محرکات و عوامل اور مقبولیت و اہمیت کے تخت جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس میں زیادہ حصہ میرا اپنا ہے اور قاری اس سے اختلاف و تائید کا پراحت رکھتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اردو فارسی نعمتوں کا ایک انتساب بھی دے دیا گیا ہے۔ یہ انتساب دو باتوں کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا ہے ایک تو یہ کہ نعمتیہ سنا خری کے برابر ذخیرے کا کچھ اچھا حصہ بے یک نظر ہمارے سامنے آجائے اور اس کی قدر و فہمت کا جیسیں بآسانی اندازہ ہو سکے دوسرا اس لئے کہ انتساب کے ذریعے اس موضوع سے لمحپی کھینچوں والوں کو بعض معیاری نعمتیں پڑھنے کو مل جائیں چنانچہ انتساب میں پورے کا پیر انتیہ قصیدہ، مشوی، مسدس یا مختصر نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کے چند منتخب اشعار فہ

دے گے ہیں۔ طویل نعتیہ غزلوں اور نظموں کو بھی اکثر مختصر کر دیا گیا ہے۔ فارسی شعر کے صرف وہ اشعار انتخاب میں دے گے ہیں جن سے اُرد و والوں کے لئے بھی آشنا ہیں اور جن کے خالقین نے اردو کی نعتیہ شاعری پر گرا شڑا لایا ہے۔ اردو نعتیوں کے انتخاب میں البتہ نئی پرانی ہر اچھی لغت کو جگہ دینے کی کوشش کی گئی ہے مگر بعض مشکل اور عالمانہ نعتیہ فضائل مثل سودا اور سومن کے ان فضائل کے منتجات جن کے مطلع ہیں ہے

ہوا حبِ کفر ثابت ہے وہ لمعائے مسلمانی  
زٹولی شیخ سے زنابر تسبیح سیمانی سودا

---

چمن میں نغمہ ببل ہے یوں طربِ مانوس  
کہ جیسے صبح شب، بحرِ الماءِ خردس سومن  
دانہ درج نہیں کئے گے، صرف اس لئے کہ اس قسم کے منتخبات تا وقت تک خاصے طویل  
نہ ہوں سیاق و سباق سے کٹ جانے کے سبب بے معنی معلوم ہوتے ہیں انتخاب میں  
کسی خاص اصول و اہتمام سے بھی میں نے کام نہیں لیا۔ پرانے شعر کے دوادیں و  
کلیات اور آج کے بعض شعراء کے مجموعہ کلام پر میں نے نظر ڈالی ہے اور جہاں کوئی  
لغت یا نعت کا لمحہ اپندا آیا ہے میں نے اسے لے لیا ہے۔ لیکن نعتیوں کے اس انتخاب  
کو سب کچھ نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ متنے از خردوارے کے مصدقہ ہے اس قسم کی بے شمار  
نعتیں اردو میں موجود ہیں ضرورت ان کو سیکھا کرنے اور ان پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی ہے۔  
اس کتاب کی تائیف میں کہاں کہاں سے مدلی گئی ہے ایرکن کن رسائل و کتب  
سے فائدہ اٹھایا گیا ہے اس سلسلے میں بعض کتابوں کے نام مأخذات کی فہرست میں دے  
دیئے گئے ہیں۔

کتاب کا تنس کے سلسلے میں سب سے بہت سے دوستوں اور غرضزوال نے میری

مدد کی ہے اور وہ سب میرے شکر کے مستحق ہیں لیکن میں خاص طور پر شکر گزار ہوں شکم حاصل  
 کا کہ وہی اس کتاب کے اصل محرک ہیں اگر وہ بہ اصرار توجہ نہ دلاتے تو شاید میں لغت تجویز  
 کے من نوع پر قلم اٹھانے کی سعادت سے محروم رہتا۔ عزیزی عبدالعلی وارثی کے لئے یوں  
 دل سے دعائیں نکلی ہیں کہ انہوں نے نایاب اور اہم کتابوں کی فراہمی میں مدد دے کر کام  
 کی تکمیل میں آسانیاں پیدا کر دیں۔ وہ گئے محمد عبدالرشد قریشی مدیر ادبی دنیا اور آمینہ ادب  
 لاہور کے شیخ عبدالسلام صاحب سوان کے ساتھ حساب دوستاں درود "کام معاملہ ہے  
 اس لئے خاموش رہتا ہوں۔

فرمان فتح پوری

۱۵ ستمبر ۱۹۶۷ء

شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

## کتاب سے پہلے (طبع دوم)

”اردو کی نعتیہ شاعری“ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۳ء میں آئینہ اوب لاہور میں معرفت منظر عام پر آیا تھا۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ نعت گئی کے موضوع پر میری کتاب بر صیر پاک و ہند میں پہلی مطبوعہ کتاب ثابت ہوئی شروع میں تصوروں کے حوالے سے اس طرح کی کوئی نشان دہی کی بھی گئی تو میں نے باور نہیں کیا لیکن جب میری دیرینہ آرزو کے مطابق ڈاکٹر ریاض مجید کی نہایت جامع کتاب بہ عنوان ”اردو میں نعت گوئی“ اقبال آکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء کے ذریعے منظر عام پر آئی اور انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ اکشاف کیا کہ :-

”نعت کے بارے میں شائع ہونے والی پہلی اہم تصنیف ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ”اردو کی نعتیہ شاعری“ (۱۹۷۳ء) ہے جس میں علمی و تحقیقی انداز میں نعت کے فلک و فن کے ضروری پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔“

اسی طرح ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے جب ایک جگہ لکھا کہ :-  
”۱۹۷۳ء میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ”اردو کی نعتیہ شاعری“ طبع ہو کر لاہور سے شائع ہوئی اور یوں اشاعت کے اعتبار سے اسے تقدم کی فضیلت حاصل ہے۔“

”صریر خامہ“ مجلہ شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی  
جام شورو، نعت نمبر، مطبوعہ ۱۹۷۸ء

تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے اپنے آپ کو حد درجہ خوش قسم جانا کہ اردو میں نعت کے سلسلے میں جو تحقیقی و تبیدی کتاب میرے قلم سے نکلی

وہ اردو ادب کی چار سو سالہ تاریخ میں پہلی کتاب قرار پائی اور اس حوالے سے مجھے انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔

چاہتا تھا کہ اس کام کو آگے بڑھاؤں اور ۱۹۷۳ء کے بعد سے اب تک نعتِ ولیٰ کے سلسلے میں خریاً نظم میں جو کام ہوا ہے اسے سمیٹ لوں، لیکن واہرتا کہ پہندہ متفق منصایم یا نعمتیہ مجموعوں پر تبصرہ و تعارف کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا۔ اول اس لیے کہ زندگی کے دوسرے مسائل نے اس طرح گھیرے رکھا کہ اس طرف قدم بڑھانے کی توفیق نہ ہوئی۔ دوسرے میں نے یہ دیکھا کہ کتاب کے پہلے اینڈیشن کے دیباچے میں، میں نے جس خواہش کا اظہار کیا تھا وہ دوسروں کے باتحوں پوری ہو رہی ہے اور میں نے اردو کے اہل قلم کو نعت کے باب میں جو تر غیبِ الائی تھی اس کی جانب خاطر خواہ توجہ دی جا رہی ہے اور شعری مجموعوں کے دو شد و شد نعت کے موضوع پر تحقیقی و تنقیدی کتابیں بھی منظر عام پر آ رہی ہیں۔

پھر بھی میری کتاب چوں کہ تقریباً پچھلے پچھیں سال سے کم یا بُونا یا بُونا اور حوالہ جاتی کتاب کی حیثیت میں اس کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اسے کسی ترمیم و اضافہ کے بغیر اولین صورت ہی میں شائع کرویا جائے۔ اس جگہ نہایت افسوس کے ساتھ یہ ضرور عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ میں نے پہلی اشاعت میں نعت کے بعض اجزاء و اشعار کے سلسلے میں جو سوالات اٹھائے تھے وہ ہنوز لا جواب ہیں۔ نہ میں اس جانب خاطر خواہ توجہ دے سکا اور نہ دوسروں نے ان کا شافی جواب بھم پہنچایا مثلاً میں نے فارسی کے ان اشعار و اجزاء

ہزار بار بہ شویم دہن زمشک و گلاب  
ہنوز نام تو گفتگوں کمال بے ادبی ست

---

تو سلطانِ صاحبِ سر آمدی  
 علیٰ کل شئ قدر آمدی  
 فَلَمْ تَجُلِّ إِلَى الْكَائِنَاتِ  
 بِشَكْلِ نَذْرٍ بِشِيرٍ آمدی

---

یا صاحبِ الجمال و یا سیدِ ابشر  
 من وجہکِ المیر و لقدرِ نورِ القمر  
 لا یمکن اثناء کما کان حقہ  
 بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر  
 کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ جن شعرا سے منسوب چلے آ رہے ہیں ان کے کسی  
 مجموعہ شعری یا تذکرے میں نظر نہیں آتے۔ یہی صورت اس مشہور نعت کی ہے  
 جس کا آخری مقصع ہے۔

محمد شمعِ محفل بود شبِ جائے کہ من بودم  
 اور جو حضرت امیر خرو سے منسوب ہے لیکن ان کے کسی مصدقہ دیوان یا  
 کلیات میں شامل نہیں ہے۔ مذکورہ بالا اشعار میرے ذہن میں بہت کم عمری سے  
 محفوظ ہیں اور شاید میری عمر کے بیشتر افراد کے حافظے میں بھی ہوں گے، اس لیے  
 جی یہی چاہتا تھا کہ ان کے حقیقی مصنفین کے نام معلوم ہو جائیں لیکن ابھی تک  
 اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر بھی نعت کے موضوع پر جس انہماک و تواتر کے  
 ساتھ اس وقت کام ہو رہا ہے اس سے امید بند ہتی ہے کہ یہ گھٹیاں بھی ایک نہ  
 ایک دن سلیجوں جائیں گی۔

## نعت ایک صحف سخن کی حدیث سے

مسلمان چھپی صدی عیسوی میں اپنے انقلاب آفریں عقاید کے ساتھ عرب کی سر زمین سے نکلے اور بہت جلد دنیا کے گوشے گوشے میں آباد ہو گئے۔ جہاں جہاں وہ گئے اس سے انکار نہیں کر دیا کی ملاقاتی تہذیبوں کا اثر بھی انھیوں نے قبول کیا لیکن جس چیز پر ان کی آنکھی ناقصگی کو ہمیشہ دوسراں کی زندگی سے متارکھا دہ تو حیدر رسالت پر ان کا عقیدہ تھا ایسا ہمہ گیر و بسیع عقیدہ جس کے بغیر وہ تو کو مسلمان کہنے کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتے تھے۔ اس عقیدے کے ایک جزو یعنی توحید کا تصور تو کسی نہ کسی شکل میں دوسری ذمموں میں بھی موجود تھا لیکن رسالت کے مثال ان کے سیاں کوئی چیز نہ تھی۔ مسلمانوں کے یہاں رسالت نام تھا اس خفترت کو اللہ تعالیٰ کا رسول برحمۃ اللہیم کرنے کا، ان کی سیرت و زندگی کی پڑی کا اور پیرودی سے بھی پہلے ان کی ذات و صفات سے اس والہا ت محبت و شفقت کا جس کے لئے

توحید کا عقیدہ اسلام میں بے معنی ہو جاتا ہے بقول علامہ اقبال ہے  
بِ مُعْطِفَةٍ يَرْسَانُ خَوَىش رَاكِهِ دِينِ ہُمَّہٗ اَوْ  
اگر پہ اور نہ رسیدی تمام بُولہی ست

یا شیخ سعدی کے الفاظ میں ۵

خلاف پیر کے رہ گزید

کہ ہر گز بہ منزل نہ خواہ درسید

مپندا ر سعدی کر راد صفا

لو اں رفت جزا ز پے مُعْطِفَة١

آنحضرت سے اس دامانہ شغف و محبت نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شے کو متاثر کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کے فنونِ لطیفہ خصوصاً شعر و ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ اس اثر کے عینچے میں لغت کوئی جس کا اصل مقصود آنحضرت سے اطمینان محبت کرنا تھا ان کے فکر و فتنہ کا سبق محور بن گئی۔ چنانچہ خوبی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کا شاید ہی کوئی سخنان شائع ہو جس نے لغت کی شکل میں حضور اکرمؐ سے اپنی عقیدت کا انعام ادا کرنا فی زندگی پر ان کے احانتات کا اعتراف نہ کیا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ لغتوں کا جتنا بڑا ادبی ذخیرہ عربی، فارسی اور اردو میں موجود ہے کسی دوسری زبان میں نظر نہیں آتا۔ لغت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی تعریف یاد صفت بیان کرنے کے ہیں۔ مثلاً فارسی کے اس شعر میں ہے

جادیدِ ہمی باش ب ایں لغت ب ایں و  
پاکنیزہ با خلاق و پسندیدہ با فعال

لغت کا لفظ اپنے لغوی معنی بھی میں استعمال ہوا ہے لیکن ادبیات اور صفات احتیاط شاعری میں "لغت" کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرتؐ کی مدح مرادی جاتی ہے۔ اگر آنحضرتؐ کے سوا کسی دوسرے بزرگ یا صحابی و امام ہم کی تعریف بیان کی جائے تو اسے منقبت کہیں گے۔ آنحضرتؐ کی مدح جو پنک نشر میں بھی ہو سکتی ہے اور نظم میں بھی اس لئے اہولاً آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق نہ اور نظم کے ہر بڑے کو لغت کہا جائے گا لیکن اردو فارسی میں جب "لغت" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے نام طور پر آنحضرتؐ کی منظوم مدح مرادی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا معنی کی روشنی میں "لغت" کا لفظ شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ صرف مخصوص کی جانب اشارہ کرتا ہے یعنی شاعری کی مختلف ہیئتؤں مثلاً قصیدہ، مثنوی غزل، رباعی، قطعہ یا مسدس و محسن وغیرہ میں سے کسی بھی ہیئت میں لغت کر سکتے ہیں۔

لیکن اس کے موضوع سے انحراف یا تجاوز نہیں کیا جاسکتا۔ لغت کا موضوع بظاہر بہت مختصر نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی حدیں حضور کی زندگی اور سیرت سے آگئے نہیں ہیں لیکن غور کرنے سے اندازہ ہو گا کہ لغت کا موضوع حقیقتاً ایک انتہائی عظیم اور وسیع منبع ہے عظیم اس لئے کہ اس کا تعلق دنیا کی عظیم ترین شخصیت اور محسن انسانیت سے ہے وہ کسی خاص قوم یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ ساری اقوام علم کے لئے رحمت بن کر آیا تھا اور خود اُندر تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ اس کے اوصاف بیان کئے ہیں۔

جانب تک موضوع کی وسعت کا تعلق ہے اس میں آنحضرت ص کی زندگی اور سیرت کے توسط سے انسانی زندگی کے سارے ثقافتی و تہذیبی پہلو اور سماجی ویسا میہاجت در آئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اردو فارسی کے بیشتر شعراء نے عموماً حضور اکرمؐ کے حلیہ اقدس۔ واقعہ معراج اور میجزات ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے لیکن لغت کے موضوع کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے اس میں شامل و نفاذیں کے ساتھ ساتھ معمولاتِ نبوی، عزادارتِ نبوی، عباداتِ نبوی، آدابِ مجالسِ نبوی، پیغاماتِ نبوی اور اخلاقِ نبوی کے بے شمار پہلو شامل ہیں۔ حُسن عمل، حُسن سلوک، حُسن خیال، حُسن بیان اور حُسن معاملہ سے لے کر عدل و انصاف، جود سخا، ایثار و احسان، سادگی و بے تکلفی، شرمند و حیا، شجاعت و دیانت، عزم و استقلال، مراہیات و توانی، صہابہ نوازی و ایغاءِ حمد، زہد و قناعت، عفو و حلم، رحمة و مرمت، شفقت و محبت، عیادت و تعزیت، رقیق القلبی و جان گدازی، رحمت و مکرمت، لطف طبع و لطف سخن اور انسانی ہمدردی و علمنوازی تک تدنی زندگی کا کونا پہلو اور کونا رُخ ہے جس کی تعریف و ترویج و تزیین و تطہیر کا سامان لغت کے موضوع کے اندر موجود نہیں۔ جن باتیں یہے کہ عظمتِ انسانی کے جتنے گیت آج تک گائے گئے ہیں اور ایک عظیم انسان کے باعث میں جتنے تصورات آج تک قائم کئے ہیں، وہ آنحضرت کی رحمۃ للعالمین کے ایک اُنی جزو

کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بد فتحتی یہ ہے کہ ہمارے میاں نعتیہ شاعری یا ایسی شاعری جس کے موضوع کا آداؤں اسلام یا اسلامی اقدار و رایات سے ہو کچھ زیادہ لائق پذیرائی خیال نہیں کیا جاتا اول تو ان اقدار کی متحمل نظموں کو مذکوب خلائقیات اور تاریخیں کا منتظر مذکور خیال ہے، کر کے ہمارے ناقدرین ان پر نظر ڈالنا، ہمیں پسند نہیں کرتے اور اگر بے دل و تنگ نظری کے تھے کسی نے اس پر توجہ کی تو ایسی نظموں کو صحت سے ڈیپ تر موصوعاتی شاعری کا نام بیکر انھیں بے وقت اور کم مایہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے ناقدوں کے نزدیک موضوعاتی شاعری بہ حیثیت مجموعی خارجی واقعات سے اور غیر موضوعاتی شاعری داخلی کوائف سے تعلق رکھتی ہے۔ غیر موضوعاتی شاعری ان کے نزدیک شاید یوں ابھرے ہے کہ اس کے نفس مضمون کا ادراک ہم آسانی سے نہیں کر سکتے ہم نہیں جانتے کہ جو نظر ہر سُنے والے ہیں اس میں کیا کہا جائے گا اور کس نقطہ نظر سے کہا جائے گا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ غیر مضمونی شاعری عالم محسوسات و کیفیات کی چیزوں نے کہ سبب اپنے فاری یا سامع کو فساد و قت موصیع و مواد کا سراغ نہیں دیتی۔ سُننے والا جو کچھ سُنتا ہے یہاں کیک سُننا ہے اور جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ اچانک محسوس کرتا ہے۔ اس کے بعد اس موضوعاتی شاعری جس کی شما نہیں گی بالعمم مراثی۔ فقصائد۔ منظوم افسانے اور تاریخی نظمیں کرتی ہیں خارجی واقعات کا ایک مخصوص بلکہ جانا پہچانا پس منظر رکھتی ہے۔ یہ اپنے منتظر کلّی باجزہ ہی طور پر ہمیں کے ساتھ ہی سامع یا فاری کے ذمہ میں اُبھر آتا ہے گو یا موضوعاتی شاعری ہمیں یہی اس بات کا سراغ دے دیتی ہے کہ کسی خاص نظر میں کیا کچھ بیان کیا جانے والا ہے۔ اس مسئلہ وقوف کا یہ اثر ہے تا ہے کہ ہم اس قسم کی شاعری اور اس کے مخصوصات کو کبھی کبھی پیال خسوس کرنے لگتے ہیں اور ان میں زبان و بیان کی جاشنی کے سوا کوئی ایسی جیزہ نہیں ہوتی جو ہمیں ساتھ کر سکے۔ علاوہ از جس یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جزئاً اس قسم کی شاعری کا اصل محور کوئی خاص

واقعہ ہوتا ہے جس کا حلقو اثر عمر اُکسی ناس علاقو طبقہ بالمت دو قدم تک محدود ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا باڑہ اثر کچھ زیادہ بیس نہیں ہوتا۔

میری ناقص راستے میں موضوعاتی شاعری کے بارے میں ہمارے ناقدین کی یہ ایس سوچی کجھی نہیں ہیں۔ دنیا کے مشعی کارناموں کو ذہن میں ابھاریئے تو اندازہ ہو گا کہ ان کارناموں میں سے بیشتر کا تعلق غیر موضوعاتی شاعری سے نہیں خالص موضوعاتی شاعری سے ہے۔ کالیداس کے نظم دراثت، ہومر کی المبد و اد ولیسی۔ دیاس کی مہاجارت نمسی داس کی رامائی۔ فردوسی کا شاہنامہ۔ نظامِ گنجوی کا چھسہ۔ درجل کی اینڈ۔ لمن کی فردوس گم شدہ۔ دانتے کی طربی ربانی اور گستاخی کی فاوٹ۔ سب موضوعاتی شاعری کے ذریں میں آتی ہیں۔ لیکن کیا یہ اس بنا پر کوئی شخص ان نظموں کو کم مرتبہ خیال کرے گا۔ اگر جواب نظری ہیں ہے تو پھر اس نوع کی دوسری نظموں کو کم مایہ اور بے وقت خیال کرنا مناسب ہے۔ بلکہ انہیں کا مرثیہ ہو یا حالی کا مسدس۔ میر حسن کی متنہی سحر البيان ہو یا دیانتنکر نسیم کی گلزار نسیم۔ شیخ داقبال کی تاریخی نظمیہ، ہوں یا امیر محمد کے نعمیہ قصیرے ہمارے دور میں حفظ کا شاہنامہ ہو یا ماہر القادری کی "طہور قدسی"۔ عکشر کوں بکھری کی فخر کوئی نہیں ہو یا عبد الرحمن خالد کی فارقلیط۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی ابشر طیکہ وہ شاعر نوازم پر پوری اترتی ہم محنت میں موضوعاتی شاعری کی بناء پر نظر انداز کرنا انصافی ہو گی۔

کسی نے کیا اچھی بات کہی ہے کہ شاعری کے لئے موضوع بات کی کمی نہیں ہے۔ کہ نہ کافر کا ذرہ ذرہ شعر میں ڈھلنے کے لئے بیتاب ہے۔ فرمودت صرف ایک ایسے معاشر افسوس زدن کا رہ کی ہے جو ایک شعر کا قالب عطا کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری میں موضوعات کے اتحاب کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ موسیٰ علیہ السلام ہے جان جسم میں روح ڈالنے کا۔ یہ سورہ کے خارجی پیغمبر میں بھی کہیں کہیں جیسی بولی ہے لیکن جو چیز اس کو پوری قوت کے ساتھ برہت کار لاتی ہے وہ دراصل کسی شاعر کی فنی صلاحیت اور شخصیت ہے۔ مثال کے لئے

پر تسلی داس کی را مائن کو لے لیجئے بقیوں فرّاق گورکھپوری رام اور سیتا کی کمانی بھی کوئی کمانی  
ہے اس سے زیادہ دلچسپ او حیرت انگیز کہانیاں آئے دن کمی اور سُنی جاتی ہیں لیکن حب  
تمسی داس جیسا جا دو نگارے چھپولیتا ہے تو یہی کمانی قبول خلافت ہن جاتی ہے اور  
اس میں عظمت کے ایسے آثار پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس کا شہر دُنیا کی سبترین نظریوں میں  
ہونے لگتا ہے۔ بیسی صورت آرکھر اور رد لان، پریام دلمہن، منزہ و افرا سیاب، سکندر  
دارا، شیرس و فرہاد، لیلائی محبوب، بسیرا بخجا، سستی بیوں، عمر ماروی، بے نظیر و بد مر منیز  
اور بکا دلی و تاجِ السلوک کے افسانوں کی ہے۔ یہ افسانے بذاتِ خود کسی حیثیت سے غیر  
معمولی نہیں ہیں۔ ان سے سبترانہ نے عظیم تر دافعات اور اہم تر موسویات ہیں اس  
کائنات میں نظر آتے ہیں، لیکن غیر معمولی فن کاروں کی بددلت جو شرت و قبولت ان  
افسانوں کو حاصل ہو گئی وہ دوسرے دافعات یا افسانوں کو میسر نہ آئی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شعری تخلیق میں صرف موضیع کو اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ  
موضیع کو برتنے کا سلیقہ بھی ناصِ اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلیقے کا دوسرا نام انداز ہے  
یا اسلوب ہے۔ یہ اسلوب فن کار کی شخصی قرتوں، اس کی تخلیق کو ادنیٰ، اعلیٰ و قرقی و دالی یا صحافی و  
ادبی مرتباں پر فائز کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ موسویات و دافعات  
یکسر غیر اہم ہوتے ہیں۔ بقیناً بعض موسویات اہم، بعض لم اہم اور بعض اہم تر ہونے  
ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ شاعری میں ان کی اہمیت کا انحصار عام طور پر دلکش فنی اسلوب  
پر ہوتا ہے کبھی اہم تر موسویات شعر میں جگہ پاکر غیر اہم بن جاتے ہیں اور کبھی معمولی  
موسویات اہم تر ہو، محسوس ہونے لگتے ہیں۔ یہ کیونکہ ہوتا ہے اس کا جایب چند ای مشکل  
نہیں ہے۔ فن کار کی خوش ذوقی فنی وہارت، بالغ نظری، جمالیاتی احساس، روایات کا  
یا اس مشاہدات، تجربات کا تنوع، قادر الکلامی اور ندرت فکر و خیال ایسی چیزیں

ہیں جن کی بدولت ایک کم اہم موضوع شاغری میں اہم بن جاتا ہے لیکن اس سلسلے میں جو چیز اہم ترین خیال کے جانے کے لائق ہے وہ شاغری جذباتی صداقت ہے۔ جذباتی صداقت سے مراد فن کار کا اپنے موضوع سے وہ گمراہگار اور عقیدہ و اخلاص ہے جو اسے کسی موضوع کو شعر کا قابل دینے پر مجبور کرتا ہے۔ کوئی فن کار جب اس "جبرا ندروں" کے ساتھ کچھ کتابے تو موضوع ذہن کے گزر کر دل میں اتر جاتا ہے اور اس اندازے کے "گویا یہ بھی میرے دل میں ہے"۔ اب اس اخلاص شدید یا "جبرا ندروں" کو غالب کے لعظیں میں دل گداختہ کہہ سمجھئے یا اقبال کی زبان میں "خون جگر" حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر نہ مبنی سورج کی اہمیت محسوس ہوتی ہے اور نہ فن کی عظمت۔ گویا کہنے والا جب تک خود اپنے جذبے اپنے تجربے اور اپنے موضوع سے متأثر نہ ہو وہ اپنے کلام سے دوسروں کو متأثر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فلسفیانہ مفہوم کو شعر کا موضوع بنایا جائے یا اخلاق و مذہب کو علم معاشری کو زیر بحث لایا جائے یا تاریخی داقعات کو۔ قبیم داستانوں اور تمدنی روایات کو نظم کیا جائے یا موجودہ سیاسی و سماجی مسائل کو۔ اشترائیت و اشتراکیت پر طبع آزمائی کی جائے یا سڑاکی و جمیوریت پر، ضرورت اس بات کی ہے کہ تو کچھ کما جائے اسے عقل و ذہن کی سطح سے اٹا کر اس وجہ پر کی گئی ایجادوں میں دبولیا جائے در نہ اس کا رسمی بیان قادر ارکلامی اور فنی مہارت کے باوجود بے اثر ہے گا۔

دنیا میں شاہکان نے ممالک کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مبنی سورج سے گھری ذہنی و ایشانگی اور خبری نہ لگاؤ کی بدولت بہت سے ایسے مذہبی موضوعات آفاقی اور ابدی بن گئے ہیں جنہیں آج ہم اپنی کچھ فہمی اور کوتاه نظری سے طبقاتی یا ہنگامی خیال کرتے ہیں مثلاً ملمٹی کے "فردوں گم شدہ" میں کھل کر عیامت کی تبلیغ کی گئی ہے۔ "جبل کی آئندہ" میں رومائی برتری کا راگ الایا گیا ہے۔ فردوں کے شاہنامہ میں قدیم ایرانی شستشاہیت کو اسلام فی جہیزی تحریک سے غیظیم تر ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نظامی کے سکندر نے اسے میں تالیں سیزے

کے ایک غیر مسلم یونانی فاتح کے کار ناموں کو سراہا گیا ہے۔ تکمیلی داس کی رامائی میں بھلگتی تحریک کو تقویت پہنچانی بگئی ہے۔ ہمارے دور میں علامہ مساقبال نے کھل کر اسلام اور اس کی برکات کو شاعری کا موصوع بنایا لیکن کس میں ہمت ہے کہ ان کی شاخوانہ عنظت کاں سے انکار کر سکے۔ بات صرف یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ جذب اندر وہ سے مجبور ہو کر کہا ہے۔ قلب و روح کی گمراہیوں میں اُتار کر کہا ہے اور احساس کی پوری شدت کے ساتھ کہا ہے۔ ان کے یہاں موصوع یا نظریہ کی نوئیت مخفی فلسفیات اور منظمی نہیں ہی بلکہ تجھیلی اور جذب باتی ہو گئی ہے۔ ان کا بیان و اعطانہ یا خلیفانہ ہونے کے بجائے فن کا راستہ اور شاعرانہ ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب کسی مٹلا کا مذہب نہیں رہا بلکہ دنیا کے سارے صاحبانِ ذوق کی طمانتی و روح خیزی کا وسیلہ بن گیا ہے۔

ان حقائق کے باوصفت ہمارے یہاں اکثر شرعاً تاریخی واقعات، سوانح و سیرت اسلامی تعلیمات و پیغامات اور اخلاقی موصوعات پر طبع آزمائی کرنا کسرِ شان کجھتے ہیں جد تو یہ ہے کہ بعض ان موصوں کو شعر و سخن کے لئے مصلحت قرار دیتے ہیں۔ ان نام نہاد آزاد خیال شرعاً کے نزدیک شاعری مذہب کا نام لینا اتنگ نظری، اس کے پیغام کو خدا کرنا اور جمعت پسندی اور آنحضرتؐ کی سیرت و سوانح یا سوہ حسنہ کو شعر کا موصوع بنانا غیر شاعرانہ بات ہے۔ ان کے خیال میں مذہبی موصوں کو دہی شرعاً اپناتے ہیں جو شاعر سے زیادہ بسلغ دین ہوتے ہیں۔ ان کا یہ بھی نقش ہے کہ اس قسم کی شاعری جو کلمہ مخصوص عقائد و نظریات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ رکھ اور بے جان ہوتی ہے اس میں عوام کی دلچسپی کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ ایسی شاعری صرف مسلمانوں کو مذہبی عقائد کے سہارے متاثر کرتی ہے۔ غالباً ایسی نام خیالی ہے جس کے سبب ایک دشاخزوں کو جھوہر کر اور دو میں کسی نے اسلام اور اس کے نامگیر پیغام کو راہ دینا پسند نہیں کیا۔ اس کے بغیر طول طویل خیالی افسانوں، صنمیاتی داستانوں اور غیرہ زبانوں کے بعض مذہبی تاریخی اور

یہم تاریخی نظموں کو اردو تعلیم کا جامہ پہنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے آپ کو سن کر حیرت ہو گئی کہ ملٹن کی فردوس گم شدہ، کالیداس کی شکنستا اور کمار سننجھو۔ قودسی کے شاہ نامہ، نظامی کے سکند رنامہ، عطار کی منطق الطیز، مولانا ردم کی منی معنی، تب رس، بارعہ بہار، فناہہ غماٹ اور داستانِ امیر حمزہ تک کو ایک بارہیں کئی کئی بار اردو میں منظم کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نقش ادل سے نقش دوم کی ایک جگہ بھی سہر ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہست کم لوگ ہیں جو اس تھم کے مترجم شاعروں کے نام سے بھی ماقبل ہوں۔ یہ بات نہیں کہ ان مسطوطوں نے جگہ کرنے والوں میں شاعرانہ صلاحیتوں کی کمی لختی ایسا نہیں ہے۔ نہ فریڈ تھیڈ کی رجمان نے ان کی نظموں میں دو الفرادیت پیدا ہوئے ہیں جو ان کی شرتوں و معمولیت کا دیلہ بن جائی۔ اس کے برعکس جن شاعروں نے اپنی زمین آپ پیدائی اور اپنے موضوع کا انتخاب آپ کیا ہیں یہی موضیں اسی شاعری ایسے بلند مقام پر لے گئی جہاں اللہ کی توفیق یاد آجاتی ہے۔ اس نے کہی نقد کا یہ خیال کرنا کہ نہ بھی شاعری یا لغت کوئی کو قبولِ عام نہیں حاصل ہو سکتا، کم نکاہی اور بے خبری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ میں شروع میں کہہ چکا ہوں اردو میں لغت کے موضیں کو صرف شرعاً ہے۔ اس سلیقے کے بثوت میں ایک دشیریا نظیں نہیں بلکہ خاصاً شعری ذخیرہ پیش کیا جاسکتے ہے۔ اس ذخیرے کا ایک حصہ تو ایسا ہے جو صفت یہی نہیں کہ لغت گہلی کے رسمی لوازم کو پورا کرتا ہے بلکہ محاسن لفظی و معنی کے سے بھی شاعری کے مردجہ معیاروں پر پورا اترتا ہے۔

---

## عربی و فارسی لغت اور اراؤ و پرہاسن کے اثرات

اردو میں لغت گوئی کا فن عربی اور فارسی کے زیر اثر آگے بڑھا ہے۔ عربی کے متاز تین لغت گوشا حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر ہیں۔ دونوں کو آنحضرتؐ کے حضور میں نقیب اشعار نے اور آپ کی زبان مبارک سے داد و تحییں حاصل کرنے کی سعادت نقیب ہوئی۔ معتبر و مستند راویوں نے بیان بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے مسجد نبوی میں ایک منبر حسان بن ثابت کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ حسان اس پر بھڑکے ہو کر اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اور آنحضرتؐ انہیں داد دیتے تھے۔ ایک بار حسان مسجد نبوی میں اشعار پڑھا رہے تھے حضرت خدا تعالیٰ عنہ اوہر سے گزرے تو حسان کو اشارہ منع کرما چاہا۔ حسان نے جواب میں کہا میں مسجد میں اس وقت اشعار پڑھتا تھا جب کہ وہ شخص موجود ہوتا تھا تو تم سے بہتر تھا۔ حضرت عمر خاموشی سے گزرے گئے۔ آنحضرتؐ نے حسان بن ثابت سے کہی موتیوں پر فرمانش کی کہ بھی اشعار کہلوائے ہیں اور ان کے کلام کو سُن کر ان کے حق میں دعا کے خیر کی ہے اور اصلاحی مشورے بھی دیے ہیں۔

عربی کے دوسرے شاعر جنمیں لغت گوئی میں خاص شہرت حاصل ہے کعب بن زہیر ہیں کعب پہلے کیا ذمہ اور آنحضرتؐ کی بحوث کر رہے تھے۔ میتوچہ ان کے متعلق حکومت حاکم جہاں میں قتل کردئے جائیں۔ کعب چھپے چھپے پھر رہتے تھے۔ ان کے بھائی اگرچہ ایمان لا چکتے لیکن نہ دا اسلام قبول نہ کر رہتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حبیب آنحضرتؐ کے عفو در گذر کا ہر طرف پر چاہتا تو وہ بھی اخلاقِ نبوی سے متاثر ہوتے بغیر نہ رہ سکے۔ رسولؐ کرم مدینہ منورہ میں تھے ایک

رات جیکے آنحضرت مسجد میں تھے کعب اچانک اپنی اونٹنی پر وہاں پہنچے اور آنازدی کے میں کعب بن زہیر ہوں اور مشرن بے اسلام ہونے آیا ہوں۔ حضور اکرمؐ بہت خوش ہوئے کعب نے حضورؐ کی شان میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔ آنحضرت نے خوش ہو کر اپنی ردِ مبارک کعب کو بطور الفاعم دی۔ کعب کا یہ قصیدہ "بانت سعاد" کے نام سے مشورہے اور من نعمت گوئی میں ایک نئے باب کا افتتاح کرتا ہے۔ اس نعمتیہ قصیدے کی تثبیت عربی قصیدہ کے لوازم کے مطابق بھاریہ اور عاشعانہ ہے۔ شروع کے چودہ پندرہ اشعار کعب نے اپنی محبوبیہ "سعاد" کے حسن و جمال میں کہے ہیں اور اس کے فراغ میں اپنی بے قراری و بے تابی کا حال بیان کیا ہے۔ محبوب کے ذکر کے بعد اپنی اونٹنی کی تعریف میں شعر کے ہیں۔ ان اشعار میں ناد کی تیز رفتاری۔ حسن و جمال۔ طاقت و شرافت اعضا کے خواص و برہت تناسب اور نسل و نسب کا ذکر متغیر لامہ پیرایہ میں آیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت کی مدح شروع ہوتی ہے۔ ساٹھ اشعار کے اس قصیدے میں چھ بیس اشعار مدح کے لئے وقف ہیں۔ مدح میں حضور اکرمؐ کی ذات مبارک کے ساتھ ساتھ ان کے صحابیوں اور ان کے جانشیاروں کی بھی تعریف کی گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حب کعب بن زہیر نے

یہ شعر پڑھا ہے

انَّ الرَّسُولَ لِنُورٍ يَسْتَضَعُ بِهِ

مُحَمَّدٌ مِّنْ سَيُوفِ اللَّهِ هَمْسُولُ

دے شک آنحضرت نور ہیں جن کی معرفت روشنی دہدایت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی ملواری

میں بے نیام شمشیر ہندی ہیں۔)

تو حضور اکرمؐ نے جو شریت میں اپنی ردائے مبارک کعب بن زہیر کو بخش دی۔ برده کے معنی روایا چادر کے ہیں جو کہ حضورؐ نے اپنی چادر (برده) اس قصیدے کی تختین میں کعب بن زہیر کے سر پر ڈال دی تھی اس لئے اس قصیدہ کو قصیدہ برده بھی کہا جاتا ہے۔

کعب بن زہیر کے قصیدے کی تشبیب بظاہر ایسی ہے جو نعتیہ قصیدے کے لئے منسوب نہیں تھی۔ درج کے اشعار میں بھی بعض تشبیہیں اور بعض بیانات بظاہر غیر مناسب تھے لیکن کعب بن زہیر نے انھیں اس فن کا رہی اور خلوص کے ساتھ برداشت ہے کہ اونچیں ہیں باعتبار اُس کے معنی کوئی ایسا پہلو نہیں نکلتا جسے آنحضرتؐ کی شان میں سوئے ادب سے تغیر کیا۔ باسکے اسی لئے رسول اکرمؐ نے بھی اس قصیدے کو پسند فرمایا۔ اس پسندیدگی سے لغت میں بھارت اور عشقیہ تشبیہوں کے لئے جواز پیدا ہو گیا اور اردو میں محسن کا کوروی کا قصیدہ لا مرینڈی تلمیحات و اصطلاحات کے استعمال کے باوجود سختن قرار پایا۔

بغیر صحابی عربی شعرا میں لغت گو کی حیثیت سے ممتاز ترین نام ابو عبد اللہ محمد بن زید بوصیری (مشرف الدین) کا ہے۔ بوصیری مصر کے ہے والے تھے۔ ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۹۵ھ میں مقام اسکندریہ وفات پائی دیں مدفون ہیں۔ گویا بوصیری کا زمانہ آنحضرتؐ کے وصال سے کئی صدی بعد کا ہے۔ بوصیری حبِ رسیل سے سرشار ایک صوفی مشن شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ قصیدہ جسے قافیہ کی روایت سے قصیدہ میمیہ کہنا پا ہے بہت مشہور ہوا اور اس کی بدولت ان کی شهرت مصر و عرب سے باہر و در سے اسلامی ممالک تک پہنچی۔ کہا جاتا ہے کہ بوصیری نے یہ نعتیہ قصیدہ اس وقت کہا جب وہ سخت بیمار تھے۔ خواب میں بوصیری نے یہ قصیدہ دربارِ سالت میں پیش کیا۔ آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے اور اپنی ردائے مبارک بوصیری کے جسم پر ڈال دی۔ خواب میں محسوس کیا جائے تو بوصیری نے محسوس کیا وہ تیزی سے صحت یا بہر بے ہیں۔ اس روایت کی روایت سے بوصیری کا قصیدہ میمیہ قصیدہ برودہ کے نام سے مشہور ہوا چنانچہ عربی شاعری کے سلسلے میں جب قصیدہ برودہ کہا جاتا ہے تو اس سے بوصیری ہی کا قصیدہ مراد لیا جاتا ہے۔

بوصیری کا قصیدہ برودہ سرتاسر آنحضرتؐ کی محبت میں ڈوبتا ہوا بے بیان میں وہ سوزن گداز اور شفیقی ور بودگی ہے کہ شاید و باید۔ قصیدے کی تشبیب کا انداز وہی ہے جو

کعب بن زہیر کے "بانت سعاد" کی تشبیہ کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ بوصیری کے قصیدے میں جس محبوب کا ذکر ہے، خود انحضرت کی ذات ہے۔ یعنی قصیدہ بردہ میں محبوب مددح ایک ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کعب بن زہیر کی تشبیہ کا محبوب جدراً کا نشخیفت کا حامل ہے۔ بوصیری نے اپنے قصیدے کا آغاز دیارِ حبیب کے ذکر سے کیا ہے اور ذی سلم کا ظہر اور کوہِ اضم کے حوالوں سے فراقِ محبوب میں اپنی مسحوریت کا بیانِ نہایت پُرسونز دپڑا شزادہ میں کیا ہے۔ تشبیہ کیا ہے؟ نظیری و عاتی کے رنگ کی عاشقانہ غزل ہے۔ جب یہ عاشقانہ غزل مددح کے ذکر سے منسلک ہوتی ہے تو یہ چلتا ہے کہ محبوب دمڑج دُونوں ایک ہی ذاتِ گرامی کے نام میں۔ عربی میں اس قصیدے کی تقلید میں کہی نعتیہ تضیید لکھے گے لیکن جو قبیلِ عام بوصیری کے قصیدے کو حاصل ہوا وہ کسی دوسرے کو میرہ نہ آیا۔ حسان بن ثابت، کعب بن زہیر اور بوصیری کے نعتیہ فضائل کا ذکر اور دو قصیدے کی تاریخ میں اکثر آتا ہے۔ اردو شعر کے اشعار میں بھی ان فضائل کا حال بطور تابع آیا ہے بیت کے حلبوں اور میلادِ شریف کی محفلوں میں ان فضائل کے بعض ڈکڑے آج بھی پڑھے اور نہ جاتے ہیں۔ بعض شعراء نے بوصیری کے قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ خان بیاد پیرزادہ محمد حسین عارف کا منظوم اردو ترجمہ "خاتون" پاکستان کراچی (۱۹۶۳) کے رسیل نمبر میں صفحہ ۱۹۱ پر شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ میری نظر سے گزر ہے۔ ہر لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے۔ ان امور سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عربی کے نعتیہ فضائل اور لغت گی شعراء نے اردو اور اردو دان طبعہ کو کس طرح متأثر کیا ہے۔

معنوی حیثیت سے اردو لغت گوئی نے عربی سے کمیں زیادہ فارسی کا اثر قبیل کیا ہے۔ یوں تو فارسی کے اکثر شعراء کے سیاں لغت کے مذونے ملتے ہیں لیکن اردو لغت کو شیخحدی حضرت امیر خسرو مولانا جامی اور قدسی وغیرہ نے بطور خاص متاثر کیا ہے۔ سعدی کے یہ چهار مصروفے دیکھئے ہے

بُلْغُ الْعَلَابِ كَمَالٍ كَشْفُ الدَّبَّاحِ بِجَمَالٍ

حُسْنَتْ جَمِيعَ خَصَالِهِ دَالِهِ صَلَوةً عَلَيْهِ دَالِهِ

ہر چند کہ یہ مصری فارسی میں نہیں عربی میں ہیں لیکن اردو خواں ملٹے ہیں اس برہہ مقبول ہوئے کہ درود شریعت کی طرح زبان زد خلائق ہو گئے۔ ان مصروعوں میں داد ہے نے زبان و بیان اور نکروفن کا ایسا جاہوجگہ کیا ہے کہ وہ نظر دوں میں کھجھتے اور دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔ فضاحت و بلاغت کی حد میں ان مصروعوں پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ماداً اسی کہ عربی فارسی اور اردو خواں سمجھی ان کو سمجھ لیتے ہیں اور پرکاری کا یہ عالم کہ قلب دروح دواؤ صisor ہو جاتے ہیں۔ اردو شعر انے فارسی گو شعرا کی اکثر نعمتوں پر تعقیب کی ہے جو درائل زمین میں کہیں لیکن سعدی کے نہ کورہ بالا چار مصروعوں کو ہاتھ لگانے کی ہمت یوں ہے ہوتی کہ اردو میں اس زمین کے قافیے ہی موجود نہیں ہیں۔ مولانا حامد حسن (زادہ ریاض)

نے البتہ ان مصروعوں کی زمین و قافیہ میں مندرجہ ذیل چار مصری بطور تفسیر ہیں کہ ہیں

اُخْيَى دَلْ جَوَارِدِيْنْ جَوَالِيْهِ هَىْ تو كَرِيمَهُ أَنْ كَا سَنْجَاهَ لَهَىْ

اُخْيَى جَانِيْسْ جَانَتْ وَالِيْهِ هَىْ كَهِيْ مِيْسْ وَصَفَتْ أَنْ كَزَالِيْهِ هَىْ

بُلْغُ الْعَلَابِ كَمَالٍ كَشْفُ الدَّبَّاحِ بِجَمَالٍ

حُسْنَتْ جَمِيعَ خَصَالِهِ دَالِهِ صَلَوةً عَلَيْهِ دَالِهِ

ہر چند کہ مولانا مر جوم عاشقان رسول میں تھے لیکن ان کے مصری مترجم کے مصروعوں سے لگانہیں کھاتے۔ ان سے مولانا کی قادر الکلامی اندیز باندازی کا اندازہ تو ہو جاتا ہے اس لئے کہ انھیں نے عربی تفانیوں کے لئے اردو کے قافیے کسی نکسی طور پر پیدا کر لئے ہیں لیکن جہاں تک لطافتِ شعری کا تعلق ہے ان مصروعوں میں نہیں ہے۔ سعدی کے مصری کے حسن بایوں اور حسن خیال وہ نوں کے اعتبار سے اچھی ہوتے ہیں۔

ان عربی مصروعوں کے علاوہ سعدی کے فارسی کلام کے بعض تعقیبیہ ملکرٹے بھی خاءے نہیں

ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی دو نعمتیہ منوری خاص طور پر قابل ذکر ہے جو بوستانِ سعدی کے شروع میں حمد کے ذریعہ "نعمتِ سروردِ کائنات" کے عنوان سے دی ہوئی ہے۔ اس نعمتیہ میں تیس اشعار ہیں چند منتخب شعر دیکھئے ہے

کریم استجایا جمیل الشیم      بنی البرایا شفیع الامم  
 امام رسول پیشوائے سُبْل      امین حندا محبط حبیر نیل  
 لیے کہ چرخ فلک طبراءہست      سہ نور ہا پر تو نزاوست  
 نماند بے عصیان کے درگرو      کہ دار دچنیں سید پیش رو  
 علیک الاسلام اے بنی الورا      چے نعمت پسندیدہ گویم ترا  
 درود ملک بر روان توباد      بر اصحاب و پر پروان توباد

یہ نعمت بھر متحارب میں ہے اور ایسی روان دوان اور شکستہ ہے کہ پڑھنے سے حقیقت رکھتی ہے آخری شعروں میں خلفاً راشدین کی مدح ہے اور درمیان میں یہ مشور شعر غفت گوئی کے باب میں بطور عجز کلام آیا ہے ہے

اگر یک سرمومے برتر پرم  
 فرد غتیلی بسو زد پرم

حضرت امیر خسرد کی نعمتیہ شاعری نے اردو کے عام خاص دونوں علقوں کو ممتاز کیا ہے۔ حقیقت خاص میں ان کی مقبولیت مطالعہ کے ذریعے اور حلقة عام میں مغلی سماں کے ذریعے جوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت امیر خسرد صرف شاعر و عالم ہی نہیں، صوفی باصفا بھی تھے حضرت نظام الدین اولیا سے ارادوت خاص رکھتے تھے۔ ان کی کئی نعمتوں کو قبول عام حاصل ہوا ہے۔ ایک دو تواںی ہیں کہ سرتاپا کیف و غنا میں دوبلی ہوئی ہیں اور آج بھی بڑے ذوق و شوق سے پڑھی اور سُنبی جاتی ہیں۔ ان کی دو غزل نامنعتیں حسن دائر کے لحاظ سے عجیب و غریب ہیں۔ دونوں کے مطلع اور مقطعے بطور عالم دیکھئے جائیں ہے

(۱)

نمی دانم چه منزل بود شب جائے کہ من بودم  
 بہر سو قصہ سبل بود شب جائے کہ من بودم  
 خدا خود میر محاسن بود اندر لامکاں خسرو  
 محمد شمع محفوظ بود شب جائے کہ من بودم

(۲)

اے چرہ نیاٹے تو رشک بستان آذری  
 ہر چند صفت می کنتم دھسن زان دیا تری  
 خسر و غریب است و گدا افتاد رشہ شما  
 باشد کہ از بہر حند اسوئے غریاب نگری

یہ لغتیہ غزلیں حب کوئی معنی ممتازہ وار پڑھتا ہے تو سُننے والوں کے دل سے باہر آنے لگے ہیں۔ وجہاں کیف و نشاط کے مندر میں ڈوب جاتا ہے، رُس بُب تڑپ اُٹھتی ہے۔ غالب نے شاید ایسے ہی موقعوں سے متاثر ہو کر سوال کیا ہے، کہ سن جان کیوں نکلنے لگتی ہے تو سے دم سماع کس کی صدائی ہے چنگ رباب میں

حضرت امیر خرد کی طرح مولانا عبدالرحمٰن جامی اور حضرت محمد جان فندسی کی نعمت گوئی نے بھی اردو کی لغتیہ شاعری اور لغت گوشرا پر گھرا اثر ڈالا ہے بلکہ یہی کہنا چاہئے کہ اردو شعر نے جتنا اثر قدسی و جامی کی نعمتوں کا قبول کیا ہے کسی اور فارسی شاعر کا قبول نہیں کیا۔ سیرت کے حلبوں سے لے کر سماع کی محفظوں تک ان دونوں کی

لئے حضرت امیر خرد کی یہ نعمت راقم الحمد و کواؤں کے کسی دیوان میں نظر نہیں آئی، لیکن ایک مدت سے اُنہی کے نام سے منسوب چلی آرہی ہے اور انھیں کے علاض کے ساتھ۔ (ف.ف)

لست بعد شوق پڑھی اور گئی جاتی ہیں۔ سنتے والے حبوم حبوم جاتے ہیں۔ عقل الہام کے قدموں پر گر پڑتی ہے۔ روح پر لطف درجا کی ایسی بے نام کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ حافظت کی یہ غزل بے ساختہ زبان پر آ جاتی ہے ۷

بیاتا گل بیفتانیم و مے درسا غاندا زیم  
فلک راسفت بشگافیم و طرتے دیگراندا زیم  
چوں در دست است رُش خوش بزن طرب مرد و خو  
که دست افشا غزل خواند و پا کوبان سراندا زیم

قدسی کی ایک نعمت تو فکر و فتن اور جذب و اثر کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ ہے کہ دوسری زبان میں اس کا جواب ملتا مشکل ہے۔ میری مراد اس نعمت سے ہے جس کا مطلع ہے۔

مرجا سیدی کی مدینی المحمدی  
دل و جان باہ فدائیت چہ محجب خوش لقی

اس نعمت کی تسلیت کا اندازہ اس سے رکائیے کہ اردو فارسی یکڑوں شرائے اس کے اشعار کی تفصیل کی جائے۔ اس نعمت کی خس نما اردو تفصیل کا ایک مجموعہ حدیث "قدسی" کے نام سے ثانی ہو چکا ہے۔ اسے قاضی محمد عمر نے مرتب کیا ہے اور مطبع محدثی ممبئی سے ۱۲۸۰ھ میں چھپا ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو اردو شعرا کی تفصیلیں شامل ہیں۔ سبکن اس مجموعہ کے علاوہ بھی مختلف بیانیوں میں اس نعمت کی اور سبکت سی تفصیلیں میری نظر سے لگنے رہی ہیں۔ ان تفصیلیں نگاروں میں اردو کے ممتاز غزل گو شاعر مومن اور نالب کے نام بھی لئے ہیں۔ غزال بکی تفصیلیں فارسی میں ہے مون کی اردو میں۔ ہر چند کہ دونوں کے اشعار قدسی کے مقابلے میں کم تر درجے کے ہیں ہیں ہرہ مومن کی نسبت نالب کے منصع فارسی میں جو نے کے بہب ایسے ہیں کہ ان کی پیوند کاری قدسی کے اشعار کے ساتھ بے جوڑ نہیں معلوم ہوتی۔ بطور مثال ان تفصیلیں کے صرف ایک ایک

بندوں کیتے چلے ہے

کیستم تا بخوش آور دم بے ادبی  
 قدیان پیش تو در وقف حاجت طلبی  
 رفتہ از خوش بدی نہ مزمہ زیر لبی  
 مر جا سیدہ کی مدینی العصی  
 دل وجہ باد فدایت چ عجب خوش لقبی (غلب)

ہوں تو عاشن مگر اہل اقیم یہ ہے بے ادبی  
 میں غلام اور وہ صاحب ہے میر انت وہ نبی  
 یا نبی یک نگہ لطف ہے امتی دا بی  
 مر جا سیدہ کی مدینی العصی  
 دل وجہ باد فدایت چ عجب خوش لقبی (مومن)

مولانا جامی کی فتوں میں سب سے مشہور فتحت دہ ہے جس کا مطلع ہے ہے

لی حبیب عربی مدینی فرش  
 کہ بود و دو غنش ما یہ شادی دخترش

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مندرجہ ذیل چار نظرے بھی بہت مقبول ہوئے ہیں۔

یا صاحب الجمال د یا سید العرش  
 من و جمک المیرانتد نور الغشم  
 لا یکمن اشتراها کان حصن  
 بعد از خدا بزرگ توفی قصہ مخفی

چوتھا حصہ ایسے معکے کا ہے کہ ہر قسم کی تعریف است بالا تر ہے۔ چند افظوں  
 لے اس مشہٹ میں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے اور اسی میں عنعت و اذصار کے ساتھ کہ اس سے

ہبتر کا تصور ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی و عربی میں ہونے کے باوصفت مصیح اردو میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

سعدی، خرد، جامی، قدسی کی طرح عرفی، عراقی، صائب، فینی، سیدل غالب اور بعض دوسرے فارسی شعرا کے بیان بھی نعتیہ شاعری کی نہایت بلند پایہ شالیں ملتی ہیں۔ عرفی کے بیان تو متعدد طبیل نعتیہ قصیدے نظر آتے ہیں اور ان سب نے اردو کی نعتیہ شاعری اور لغت گو شعرا کو متأثر کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اردو کی لعفیں دوسری انسانوں کی طرح افت گولی کے بیشتر لوازم و اسالیب بھی فارسی ہی کے زیر اثر اردو میں آئے ہیں اور فارسی شعرا، ہی کی رہنمائی میں اردو کے لغت گو شعرانے آئے گے فرم بڑھایا ہے۔ فارسی لغت گولی کی روایت مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی وغیرہ کی صنفوں میں چلی آرہی بھتی۔ غزل میں بھی اس کا داخلہ منور نہ تھا اردو شاعری میں بھی لغت کی یہی صورتیں جگہ پا گئیں۔ لیکن فارسی لغت گولی کے علاوہ بھی پاک و بند کی نہمذہبی و تمدنی زندگی میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنہیں اردو میں لغت گولی اور لغت کی مقتولیت کا اصل سبب اور محرك کہہ سکتے ہیں

---

## اردو میں لغت کوئی کی مفہومیت اور اس کے اباد و حرکات

لغت کوئی کا اولین محرك مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت کا ذکر اذکار کرنا  
ان کی سیرت و تخفیت سے عوام ان س کو روشناس کرانا، ان کی پریدی و تعلیمی کوششیں دینا  
ادران کے نام پر درود و سلام بھیجنا کارثواب اور ذریعہ بخات ہے۔ اس کا رثا ہے۔  
ذریعہ بخات کی خاطر تحریر و تقریر ہے، نوں میں ہر شخص نے اپنے بزرگ بزرگیت رسول کو  
حکم دینے کی ایشش کی۔ بعض نے مفکایا۔ تقریریں اور ناماز خطبے یادگار حبوبیے بعض  
نے سیرت نہیں پڑھنے پا یہ کتابیں تالیف کر دیں اور بعض نے تدریز عقیدت کے ظریور  
اعلیٰ درج کے نعمتیہ تھیں اور دوسری تھیں کہہ ڈالیں۔ لیکن ایسے کاموں کے بغیر تخفیت  
و بخات کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تحلیقی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ شخص  
میں یہ صلاحیتیں نہ تھیں اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ مخورٹی بخت  
تو ہوتے تحریر رکھتے ہیں وہ سیرت بنوی پر حبوبی مونی کتابیں لکھ دیں یا انظم و نظر کو چاہ کر میں دو  
شریعت کی محفلوں کے لئے گتابچے مرتب کر دیں اور جو لوگ شعروشاہزادی سے لگاؤ رکھتے  
ہیں وہ ایک آدمی لغتیہ غزل کہہ ڈالیں۔ چونکہ شعر زدنے کا ایسا اور میزبان  
طبعیتیں کے لئے سب سے آسان اور زیکر پ آخری صورت تھی اس لئے لغت ہے۔  
یہاں حبوبی ٹبریزے، عورت مرد اور بُرے ہے، جوان سب کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ خاتمه  
معیاری اور غیر معیاری لغتوں کا ایک بڑا ذخیرہ اردو میں جمع جو گیا۔ اتنا بڑا ذخیرہ کہ  
عربی و فارسی زبانوں میں بھی اس کا جواب ملتا مشکل ہے۔

لغت گوئی کا دوسرا بڑا محرك بعض علماء و صدیقیاً مثلاً شاہ نیاز بریلوی، بیدم شاہ دارثی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا دعیہ کا وہ شغفت و توجہ ہے جو انھوں نے لغت پر صرف کی ہے۔ ان بزرگوں نے اعلیٰ درجے کی نعتیں بھی کہیں اور اپنے نعتیہ کلام کے مجموعے بھی مرتب کے چونکر سب اپنے شاگردوں اور ارادتمندوں کا ایک بڑا حلقة بھی رکھتے تھے اس لئے ان کی نعتیہ شاعری کو شہرت ملنے میں دیرینہ لگی بعض شاگردوں اور مریدوں نے اپنے مرشد اور اُستاد سے مستاثر ہو کر خود بھی لغت گوئی اور لغت خوانی کو اپنا مشغله بنالیا۔ ان میں سے جو مخفف مقلد تھے وہ گنام رہ گئے لیکن جن لوگوں میں کچھ سکت تھی وہ اپنے مقصد میں کسی نہ کسی حد تک کامیاب ہوئے عام شعرائی فرست میں نہ سہی کم سے کم رسمی لغت گو شعرائی فرست میں ان کا نام داخل ہو گیا۔ اس حلقے سے تعلق رکھنے والے شعرا اور سامعین نے لغتیہ مشاعروں کی بنادلی۔ ان مشاعروں میں دوسرے شعرا بھی شرکت کرنے لگے۔ یہ مشاعرے چونکہ طرح و غیر طرح دونوں طرح کے ہوتے تھے۔ اس لئے ہر شاعر کو کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا تھا۔ پھر ان لغتیہ مشاعروں کے گذستہ شائع ہونے لگے اور شاعر و مثناعتب کو اپنا نام اور کلام چھپانے اور مشہور ہونے کا موقع مل گی۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے بلکہ اخبارات، ریڈیو، ٹیلیویژن اور بعض دوسرے وسائل نے اس میں ایسی سولت عنویت پیدا کر دی ہے کہ نعروں کی مقدار میں اس کا معیار گم ہوتا جا رہا ہے۔

لغت گوئی کا تیسرا بڑا محرك میلاد شریف کی مخلفوں کا انعقاد رہا ہے۔ میلاد با مولود شریف کی مخلقوں سے بکثرت منعقد ہوتی تھیں۔ آج ان میں کچھ کی واقع ہو گئی ہے۔ ملائے دیوبند اور ان کے حلقوں سے مخلقوں اٹھ چکی ہیں اور انہم تھمی جا رہی ہیں لیکن علماء بریلوی کے حلقوں میں یہ مخلقوں آج بھی مقبول ہیں اور ان مخلفوں میں لغت کے ساتھ درد دہ سلام بھی ہڑے جوش و خروش سے بآواز بلند پڑھا جاتا ہے۔ دوسرے حلقوں میں میلاد شریف

کے نام سے نہ سی کسی اور نام سے سی سیرت النبی کے جلے بہر حال آئے دن منعقد ہوتے رہے تھے ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہوتا ہو جس میں تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد لغتِ پڑھی جاتی ہو۔ میجھے یہ ہے کہ شاخزند کسی اور صفت سے عام مسلمان دافت ہوں یا نہ ہوں لیکن لغت کا نام اور اس کا اصطلاحی معنی ممکن جانتے ہیں۔ بچے، طلبہ، نوجوان اور پورٹھے سبھی مذہبی جلبوں میں لغت پڑھنا اور سنانا پسند کرتے ہیں اور اس پسندیدگی نے لغت گولی اور لغت خوانی کے حلقوں کو وسیع کرنے میں بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ لغت کے سلسلے میں قوالی یا سماع کی محفوظیں بھی قوی ترین سرکری حیثیت رکھتی ہیں۔ محفوظ سماع میں عشقِ حقیقی کی ترجمان غزلیں اور نعتیں گائی جاتی ہیں۔ ان محفوظوں میں شرکت کرنا اہل طریقت اور ان کے حلقوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بمنزلہ عبادت ہے۔ لیکن اہل شریعت بھی ان محفوظوں میں شرکیت ہوتے ہیں۔ عقیدت کے ساتھ نہ سی تغیریح کے لئے سی۔ صوفی بزرگوں کے سالاز عرسوں کے موقع پر سماع کے بڑے اجتماعات میں عقد کئے جاتے ہیں۔ دُور دُور سے فراؤں کی پارٹیاں آتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے اور سبھی حبِ ذوق نعمتیہ نعمتوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ پڑھنے لکھنے حلقوں میں مخلص چھوٹے پیمانے پر بڑے خصوصی خشوع و خشونت کے ساتھ برما کی جاتی ہیں۔ ان میں بانیانِ محفوظ کے اعزاء و احباب بھی اٹھتے اندوزی کے لئے شرکیت ہوتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ لغت گوئی کے عروج و مقبولیت میں جتنا داخل صوفی شعرا اور تصوف کے خانوادوں کا ہے کسی اور کانہ میں ہے۔ یہ بخوبی اتفاق ہے کہ لفظیتی سلسلے کے سو اتفاقوں کے سارے اہم سلسلوں میں سماع جائز ہی نہیں سمجھنے و مرغوب ہے۔ لغوف کے لغوی معنی کیا ہیں اور اس کی اصلیت کیا ہے۔ ہمیں اس جگہ اس سے سر دکار نہیں ہے۔ لیکن صوفیاً کرام اور صوفی شعرا نے ہماری زندگی اور شعرو ادبِ دلنوں پر گمراہ اثر ڈالا ہے۔ صوفی کے مسلک سے کوئی فلسفی خواہ کتنا ہی خلاف

کیوں نہ کرے لیکن عملی زندگی میں ایک عام انسان کے افعال و کردار پر جواز ایک حقیقی اور سچے صوفی کا پڑتا ہے وہ مفکر یا فلسفی کا نہیں پڑتا۔ مفکرین عام طور پر ہمارے ذہنوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ صوفیوں کے تزدیک انسان کا مل مخاطب دل ہے۔ اس لئے ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات گویا دل سے نکلتی ہے اور دل ہی میں اُتر جاتی ہے۔ آج تھوفت عملہ ہمارے یہاں جس صورت میں مقبول ہے اس کے لعفن پہلو بہت مفرہ میں اور معاشرے پر ان کے مفہماں سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک زمانہ میں صوفیاء کے حلقوں نے عوام انساں پر سودمند اثرات بھی ڈالے ہیں۔ یہ اثرات آج بھی یکسر معدوم نہیں۔ بات یہ ہے کہ تھوفت نے مختلف مقاموں پر خواہ کتنی ہی صورتیں کیوں نہ اختیار کی ہوں لیکن مجبوری حیثیت سے اس کی روح ہر جگہ ایک ہی رہی ہے یعنی انسان دوستی اور خدا ترسی کے عناصر صوفی کی زندگی پر غالب رہے ہیں۔ سچے صوفی نے ہر زمانے اور ہر عالم میں زیر دستوں کی غنواری اور مظلوموں کی مدد کی ہے ظالموں اور جا بروں کے مقابلے میں صوفی نے ہمیشہ کمزوروں کا ساتھ دیا ہے اور ما یوس و نا امید انسانوں کو جیونے کا تازہ حوصلہ بختا ہے۔ دُنیا میں طبعاتی جنگ کو دبانے اور عالمگیر انسانی برادری کو فروع دینے میں صوفی کی کوششیں مولوی یا ملائکے مقابلے میں زیادہ کار آمد ثابت ہوئی ہیں۔ صوفی کا مسلک خود پرستی یا انحصار نہیں۔ عجز دانکار اور جان سپاری دل گذازی رہا ہے۔ اس نے دلگذانی کو زندگی کے حق میں کیا سے بہتر جانے ہے بقول خواجہ میر درود ہے

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا

ہے کیماں سے بہتر دل کو گذاز کرنا

غرض کر تھوفت کی تحریک یا صوفی کے بنیادی مقاصد کی اہمیت اور اس کے اصلاحی کارناموں سے انکار نہیں۔ مولوی عبد الحق مرحوم نے اردو کی ترقی میں

صوفی کرام کے کام کا جائزہ لیتے ہوئے بہت صحیح لکھا ہے کہ:  
” صوفی مذہبی اور اخلاقی عالم میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ”

وہ ملک دلت سے بے نیاز ہے وہ ایک قسم کا بااغنی ہے جو رسم و  
ظاہر داری کو رد انہیں رکھتا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے  
مولوی اور صوفی میں یہ فرق ہے کہ وہ ظاہر کو دیکھتا ہے، یہ باطن کو۔ وہ  
لغطہ کو دیکھتا ہے یہ معنی کو۔ وہ رسمیات و تفاسیر کا پابند ہے، یہاں سے  
بیزار۔ اس کی نظر براہی پر پڑتی ہے اور یہ بُرے سے بُرے میں محبلہ  
کا پلوڈ ہونڈنکاتا ہے۔ یہ مسرد محبت سے کام لیتا ہے، وہ سختی در  
تشدد کرتا ہے وہ بہت کم معاف کرتا ہے اور اس کا شیوه درگذز ہے  
وہ خودی و خود نمائی سے بڑا بنتا ہے اور یہ فردتی و خاکساری سے  
دلوں میں گھر کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے عیوب کا مجتہس ہے، یہ اپنے  
نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ وہ علم سے مرعوب کرتا ہے۔ یہ اپنے عمل سے  
دوسروں کو لجھاتا ہے۔ مولوی سب کو ایک لاثی سے ہانکتا ہے لیکن  
صوفی ہر ایک کارنگ طبیعت دیکھتا ہے۔ بعض اوقات وہ شریعت  
سے تجاوز کرنے یا بعض اصول وارکان کے ترک کرنے میں مصائب  
نہیں کرتا اس کی نظر انجام پر رہتی ہے۔ اہل صوفی بڑا ماہر فیضات ہوتا  
ہے۔ وہ علماء کے مقابلے میں بہت زیادہ زمانے کی بیض کو پیچاتا ہے  
اور دلوں کو ٹوٹاتا ہے۔ ”

صوفی کی یہ صفات اردو کے بعض شاعروں کے بیان نظر آتی ہیں۔ یوں تو  
دلی دکنی سے لے کر جگہ مراد آبادی تک شاید ہی کوئی ایسا مشہور شاعر ہو جس کے بیان  
صوفیانہ مسلک کی جعلک موجود نہ ہو۔ لیکن بعض شعراء مثلاً میر تقیٰ میر، میر درد، منظہر

جان جان۔ آتش لکھنؤی، غالب۔ محسن کا کور دی اور امیر منائی و اصغر گونڈ دی کی شاعری پر تصور کے اثرات بہت گہرے اور واضح ہیں۔ ان میں سے بعض کے میں اس تصور اور زندگی یا تصور دندرہب دوالگ الگ چیزیں نہیں رہیں بلکہ سب سخت کر ایک ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری کے مجازی رنگوں کو بھی حقیقت ہی سے تغیر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ صوفیا کے نزدیک ”مجاز ہی حقیقت کا زینہ ہے۔ مولانا حائل نے ”حیاتِ سعدی“ میں سعدی کی شاعری پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

”شیخ کی غزل کا مدارز یادہ تر مضا میں مندرجہ ذیل پڑھے۔ تصفیہ و دردیشی کو غصیٰ مجازی کے پیرائے میں ادا کرنا، شاہِ مطلق کے شیون و صفات کو زلف و خال و خط و لب و دنداں وغیرہ سے تغیر کرنا، کاملین اور غرقاً و مشارخ پر زندہ بادہ خوار می فروش و پیر خرابات کا اطلاق کرنا اور ان کے : اردات و حالات کو متراپ و نفر و حرفاً و چنگ کے باس میں بیان کرنا، سلوک و فقر کے مدرج و مقامات یعنی سبر و رضا و تسلیم و توکل و قناعت وغیرہ کو نئے نئے عنوان و اسلوب سے بیان کرنا، محبت و زاہد و فقیہ پر طعن و تعریض کرنا اور غیر مترشح دازادیگوں کی توصیف کرنا۔“ اسی طرح ملامہ شبلی نے جماں شعراً عجم میں تصور و شاعری کے تعلق پر بحث کی ہے وہاں لکھا ہے کہ

”صوفی شعر اُن بدولت وہ الفاظ جو زندگی و عیاشی کے لئے خاص ہتھیں حقائیق و اسرار کے ترجیح بن گے۔ ساقی کا لفظ ہر زبان میں بذریعہ شخص کے لئے مخصوص ہوا ہے لیکن تصور میں یہ شخص مرشد کامل اور عارف اسرار ہے۔ متراپ کے متعدد لوازم میکدہ جام، سبو، شیشه، صہبی، نقل، گزک، نشہ و خمار، درد، مطرب، نفر و سرور زیادی“

سب عرفان کے بڑے بڑے داردات و مدرج کے نام ہیں اور ان کے ذریعے تفہوت کے اہم مسائل و دقیق اسرار مراد لئے جاتے ہیں۔

اب اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو مانتا پڑے گا کہ اردو فارسی شاعری میں اہم درجہ کا جو بڑا ذخیرہ موجود ہے وہ زیادہ تر صوفی شعرا ہی کی دین ہے۔ لغات سے بھل کر کسی لفظ کو مخصوص معنی پہنادیں کی روایت انسی کے ہاتھوں پروان چڑھی ہے۔ اسی صورت میں صوفیانہ شاعری میں عشق مجازی کو بھی عشقِ حقیقی ہی کے رنگ یہ دیکھنا ہو گا۔ کم از کم صوفی شعرا کے حلقات کے لوگ ان کی شاعری کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے لئے لطف دا بساط کا باعث ہوتی ہے۔ اردو کے لغت کو شعرا میں کہوں اعضا کے یہاں مجازی حقیقی رنگ ایک دوسرے میں اس طرح ختم ہو گئے ہیں لہائیں الہ کر کے دیکھنا دکھانا مشکل ہے۔ میری مراد اردو میں شاہ نیاز بریلوی، بیدم شاہ داری دعیرہ اور فارسی میں حافظ خسرو اور جاہی دعیرہ کی شاعری سے ہے۔ یہ صوفی بھی تھے شاعر بھی۔ اس لئے ان کی عاشقانہ شاعری کو عشقِ حقیقی کی ترجیحان کہنا پڑے گا لیکن میں پوری شاعری کو نعمت سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ان پر رگوں کے یہاں مرشد و ساقی اور محبوب و مظلوم ب سے مراد آنحضرت ہی ہیں لیکن میرے نزدیک ان کے حقیقی منحاطب حضور اکرمؐ کے سوامی ہیں۔ اس نئے میں ان کی شاعری کے صرف اس حصے کو نعمت قرار دوں گا جس میں حضور اکرمؐ کی ذات و صفات کے انعام میں واضح علامتیں استعمال کی گئی ہیں۔

---

## اردو کی نعتیہ شاعری کا بھروسہ جائزہ

یہ ہیں وہ اسباب و محرکات جن کے تحت اردو میں نعتیہ شاعری کی روایت پروان چڑھی ہے۔ دکن۔ دلی۔ لکھنؤ۔ رامپور۔ بھوپال۔ حیدرآباد اور لاہور جہاں اردو شاعری کے مرکز قائم ہوتے ہیں جگہ بزم شعر، میں نعت کا موضوع مقبول عام و خاص رہا اور ہر دور میں بعض بہت اچھی نعتیں لکھی گئیں لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اردو میں نعت گوئی کا سلسلہ زیادہ تر محض رسمی رہا ہے۔ یعنی ہمارے شعراء نے بطور خاص نہ تو اس طرف توجہ کی اور نہ شاعری کے لئے نعت کے موضوع کو چند ایسا ہم خیال کیا۔ ہاں کارِ ثواب سمجھ کر حمد کے ساتھ ساتھ چند شعر بطور نعت کہہ کر اپنے دیوان کے آغاز میں ضرور درج کر دیئے ہیں۔ اس روایج کے پابند صرف مسلمان شعرا نہیں تھے بلکہ اردو فارسی کے غیر مسلم شعرا بھی یہی کرتے تھے اور یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی طور پر جاری ہے۔ یہ رسمی نعت گوئی کسی خاص صفت تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر صفت سخن میں اس کے نشانات ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ غزلوں میں بھی کمیں واضح طور پر اور کمیں اشاروں کے ساتھ نعتیہ اشعار جگہ پاگئے ہیں اشاراتی اشعار سے میری مراد ایسے شعروں سے ہے جن کا قرینہ نعت کے موضوع پر دلالت کرتا ہے بطور مثال مندرجہ ذیل شعر دیکھئے ہے

ذباں پر بار خدا یا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے لطف نے بوے مری بنا کے لئے

یہ شعر غالب کا ہے اور اس غزل کا ہے جس کا مطلع ہے ۰

نویدِ امن ہے بیداد ددست جان کے لئے  
رہی نہ طرزِ تم کوئی آسمان کے لئے  
کہا جاتا ہے کہ یہ شعر غالب نے تجمل حسین خاں کی شان میں کہا ہے اور اس  
شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے ۰

دیا ہے غیر کو بھی تاؤ سے نظر نہ لے  
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

لیکن میرا دل اسے قبول نہیں کرتا۔ غالب کے اس شعر کے ساتھ میرا ذہن مہیثہ  
آنحضرتؐ کی ذات مبارک کی طرف گیا اور میں درود و تشریف پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ اس  
کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ مرا غالب نے اس شعر میں درج شنا کے جس بلند مقام  
کا ذکر کیا ہے اس کا اطلاق میرے نزدیک آنحضرتؐ کے سوا کسی دوسرے انسان پر ہو  
ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فارسی کا یہ نعتیہ شعر ۰  
ہزار بار بشویم دہن زمشک د گلاب  
ہنوز ناہم تو گفتہ کمال بے ادبی است

ردِ کپن سے میرے ذہن میں محفوظ ہے اور میں غالب کے شعر کو اسی فارسی شعر سے تفیض  
سمحتا ہوں۔ اسی طرح فراق گورکھپوری کا یہ شعر ۰

محشر میز میرا دا من اب چھوڑتے نہیں ہیں  
اشد یہ دہی ہیں جن کو ترس گیا ہوں

حب میری زبان پر آتا ہے تو میرے ذہن میں آنحضرت ہی کا تصور اُبھرتا ہے۔ اس  
طرح کے اور کئی غزل کے اشعار ہیں جن کی نفاذے معنوی کو لغت گوئی کے موضوع  
سے متعلق کر لینے کو جو چاہتا ہے۔ اردو میں اس قسم کی مثالیں کم ہیں لیکن فارسی میں  
بہت ہیں۔ حافظ، خرد اور جامی کی شاعری کا زیادہ حصہ اسی نوع کا ہے۔

اس فہرست کے متفرقہ نعتیہ شعروں سے قطع نظر اردو میں مختصر نعتیہ نظموں کے لئے زیادہ تر غزل ہی کی ہمیٹ استعمال ہوئی ہے۔ صرف نیبی نہیں کہ ہمارے شعرا نے ان مختصر نعتیہ نظموں کو غزل کے روپ میں مطلع، مقطع اور قافیہ در دلیف کی پایہ ندر کھا ہے بلکہ علامتی زبان در مزید اسالیب بیان کے لحاظ سے بھی اُنھوں نے آنحضرت کی محبویت کا ذکر عام طور پر غزل کے پیراٹے میں کیا ہے۔ لغت گوئی کا یہ متنفس لانا پر ایک کچھ تو غزل نما فارسی نعمتوں کی مقبولیت کے زیر اثر اور کچھ اس سبب سے کہ ایسی نعمتوں کا محفل سماع میں ڈھنا اور گانا آسان بھا بہت مقبول ہوا۔ لیکن غزل کے فارم کے ساتھ ساتھ فصیدہ، منتوی نظم، رباعی اور مخمس و مسدس بلکہ جدید نظم کی ہمیٹ میں بھی نعتیں کہی گئی ہیں اور خاصی تعداد میں کہی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے لغت کی حیثیت اردو فارسی شاعری میں صفت سخن کی نہیں بلکہ ایک موضوع کی رہی ہے۔ اس موضوع کو اردو شعرانے ہر صفت میں برداشت اور ان کی نعتیہ شاعری کی مقبولیت کا مدارکی خاص ہمیٹ پر نہیں بلکہ موضوع کو سلیقہ اور فنکاری کے ساتھ برداشت پر رہا ہے۔

لغت کا موضوع کتنا غلیم اور دینے ہے، اس کے باہر میں پہلے ہی مختصر اعرض کیا جا چکا ہے۔ لیکن ہمارے شعرا، اس موضوع کی علوفت و وسعت کا ساتھ پوری طرح نہیں دے سکے۔ بالعموم آنحضرت سے عقیدت و محبت کا جوش و خروش اور روزہ اقدس کی نیارت کا ذوق و شوق ہی اردو کی نعتیہ شاعری میں نظر آتا ہے۔ یہ دو پہلو ایسے ہیں جنہیں اردو لغت میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ نعمتوں میں تغزل و سرستی کی جو فضائی آتی ہے وہ حقیقتہ انسی کی پیدا کر دہے۔ آنحضرت کی سیرت و زندگی کے سلسلے میں لغت و شعرا کا زیادہ زور سمجھا جاتا ہے اور سراپا کے بیان میں صرف ہوا ہے۔ آنحضرت مسیح کے جسم اظہر، ملبوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر نعمتوں میں اس کثرت سے آیا ہے کہ اس غلیم موضوع کے دوسرے اہم پہلو اس کے سامنے نامد پڑے گے ہیں۔ سراپا کے ساتھ ساتھ معراج

کا ذکر اکثر لغتوں میں آیا ہے۔ معراج کے واقعات کو الگ طویل نظروں کی صورت میں بھی بارہا نظم کیا گیا ہے۔ چنانچہ دکنی شعراء سے لے کر آج تک لغت کے ذخیرے میں "معراج نامہ" کے نام سے سیکڑوں نظیں نظر آتی ہیں۔ یہ نظیں زیادہ تر مشنوی کی صورت میں ہیں لیکن دوسری بیٹیں بھی استعمال کی گئی ہیں۔ لغت کے ذخیرے میں بے شمار نظیں اور غزلیں، مناجات درود و سلام کے عنوان سے بھی نظر آتی ہیں "مناجات" میں ہمارے شرا، نے اپنے لئے اور امت محمدیہ کے لئے دعا، خیر کی ہے اور انحضرت کی ذات مبارک کو دسیلہ نجات و شفاقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ "درود و سلام" کے عنوانات بذاتِ خود حضور اکرم پر درود و سلام بھیجنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی لغتیہ نظیموں میں چونکہ صلوٰۃ و سلام یا درود و سلام کے الفاظ مصروعوں کے سترداغ اور آخر میں یا ٹیپ کے بندوں میں تکرار کے ساتھ استعمال کئے جلتے ہیں۔ اس لئے انہیں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یوں تو اس قسم کی نظیں ہر جگہ اور ہر موقع پر پڑھی جا سکتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن میلاد و شریف یا سیرت کے جلسوں میں درود و سلام عام طور پر پیدائش کے ذکر کے ساتھ اور مناجاتیں بالعموم جلسے کے اختتام پر پڑھی جاتی ہیں۔

تاریخی نقطہ نظر سے اردو میں لغت گوئی کی مثالیں بالکل ابتدائی درسے میں ہیں۔ قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک مختلف اسباب و محركات کی بنی پر جس تو اترد تسلیل کے ساتھ لغتیں کہی گئی ہیں دوسری قسم کی نظیں نہیں کہی گئیں قدماء و متوسطین میں سے تو شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس نے ایک آدھ نفت نہ کہی ہو۔ بعض ادیبوں نے اپنے بعض مقالوں میں مختلف علاقوں کی اردو لغت گوئی میرخانہ جائزہ بھی لیا ہے مثلاً افسر امردہوی صدیقی کا ایک اچھا مضمون دکنی شعرائی لغت گوئی کے بارے میں "ادن" باہست جولانی ۱۹۴۳ء کے "سیرت رسول" نمبر میں شائع ہوا ہے اسی طرح کا ایک میرخانہ

تبصرہ شمالی ہند کی نعتیہ شاعری کے متعلق ماہنامہ تحریر دہلی میں جھپپا ہے لیکن ارد ڈفت گوئی کا مورخانہ جائزہ صاف بتاتا ہے کہ ایک طویل مدت تک چونکہ کسی ارد ڈف شاعر نے نفت گوئی سے خصوصی شفقت کا انظہار نہیں کیا اس لئے اُبسوں مددی عیسوی کے وسط تک نعتیہ شاغری کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو رسمی نفت گوئی کے تحت آتا ہے اور فکر و فن کے لحاظ سے اس کا معیار ایسا نہیں کہ اس کا ذکر ضروری کم جواجاء۔

پرانے شعرا، میں صرف دو نام ایسے ملتے ہیں جن کی بدولت نفت گوئی کا معیاً قدر سے بلند ہوا ہے۔ میری مراد کرامت علی خاں شہیدی اور غلام امام شہید سے ہے۔ کرامت علی خاں شہیدی متوفی ۱۲۵۶ھ نواحِ لکھنؤ پسلع آناؤ کے رہنے والے سخت اور حقيقی معنی میں عاشق رسول نکھنے ان کا ایک نعتیہ قصیدہ رنگ قدیم کی شاغری کا قابل ذکر نہوتہ ہے۔ یہ قصیدہ اتنا مقبول ہوا کہ بعد کے متعدد شعراء نے اس کی تقلید میں قصیدے کے اور تقہیں لکھیں۔ اس قصیدے میں امحفوں نے کما تھا ہے

تم تا ہے درختوں پر ترے رخصہ کے جامیٹی  
نفس جس وقت ٹوٹے طاہر رُوح مقید کا

ان کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ شہیدی ۱۲۵۵ھ میں حج بیت اللہ کو گئے بیمار پڑے اور دہیں ابدی خیند سو گئے۔ ان کے مشهور نعتیہ قصیدے کے چند اشعار دیکھئے۔

رفم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا  
سرہ یوال لکھا ہے میں نے مطلع نفت احمد کا  
ہوئی ہے ہمتِ عالیٰ ری محراج کی طالب  
میسر سو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا  
کبھی نزدیک جا کر آستنے پر ملکوں آنکھیں۔  
کبھی گردو زمیتوں میں کر دن نظارہ گنبد کا

عجم میں زلزلہ نو شیر داں کے قصر میں آیا  
عرب میں سورج تھا جس وقت اس کی آمد آمد کا  
تری تعریف سے میری زبان میں آئی ہے تیری  
صفا ہاں تک سحر ہو گا اس بیان نہستہ کا

شیدی کا یہ قصیدہ خاص طریقہ ہے اور ان کے اردو دیوان مطبوعہ نو لکھنؤ  
لکھنؤ شہر دیوانی سالہ ۱۲۹۳ میں شامل ہے۔ اس دیوان میں دو قابل ذکر غایب اور  
ہیں پہلی نفت کا مطلع ہے ۷

مرا سینہ ہے بیشہ بود و باش شیر زیداں کا  
نقانے لامکاں سے قرب ہے میر نیتاں کا  
یلغت ناسخ کی مشورہ میں میں ہے اور زبان و بیان کی صنائیوں کے لحاظ سے  
لکھنؤی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ دوسرا نفت اس طرح شروع ہوتی ہے ۸  
ہے سورہ والشمس اگر روئے محمد  
ذاللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمد  
علاوه ازیں دیوان شیدی میں مولانا جامی کی ایک تعقیبی غزل کا خوب سمجھی  
قابل مطالعہ ہے۔

شیدی کی طرح علام امام شیدے نے بھی معیاری نفت کی روایت کو آگے بڑھایا  
ہے۔ شیدے نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں بنڈ پایہ تعقیب کی ہیں۔ ان کی تصنیف  
کردہ کتاب "میلاد شیدی" بھی بہت مقبول ہوئی ہے یہ آج تک مولود شریف کی مخلو  
میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میلاد شریف میں بعض اعلیٰ درجے کی تعقیب بھی شامل ہیں۔ اس  
میلاد شریف کے جعلی نسخے بھی بعض مطبوعوں نے چھاپ دیئے ہیں لیکن پرانے مطبوعے  
نسخے بھی مل جاتے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں بھی ایک نسخہ میری نظر سے

گذرا ہے۔ غلام امام شید کے فارسی کلیات مطبوعہ نوکشور ۱۳۰۰ھ میں دلفتیہ چیزیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک محض اور ایک بھر طویل میں قصیدہ۔ محض حضرت امیر خرد کی شہر نعمتیہ غزل پر کہا گیا ہے۔ خرسو کی غزل کا مطلع مقطع کچھی سطر میں بطور حوال نقل کیا جا چکا ہے اس جگہ شید کے محض کے دو بند بطور نمونہ دیکھئے جائے۔

اے بتلائے عشیٰ تو جن و بشیر حور د پری

روشن زنکر حُن تو آمسینہ پیغمبری

نورِ رخت را مشتری ہم زہرہ و ہم مشتری

اے چہرہ زیبائے تورشک بتان آذری

ہر چند صفت جی کنُم در حُن زان زیبائی

در بارگاہِ مصطفیٰ می کرد ہائق ایں صدا

کاۓ شافع روزِ جزا وے خواجہ ہر دوسرا

سرتا بپا محو لقا ہمچو شید بے نوا

خرسو غریب است دگدرا اقتاد و رشیر شما

باشد کہ از بہر خدا سوئ غریبان سنگری

شید نے بھر طویل میں جو لغتیہ قصیدہ کہا ہے وہ آنحضرت کی پیائش کے موقع کے لئے ہے۔ فارسی دان میلاد خواں آج بھی اسے محفلوں میں پڑھتے ہیں۔ اس قصیدے کی تثیب بہاریہ اور ہر صریح مرصع و مسجع ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ محض الفاظ کا انبار لگایا گیا ہو یا محض زبان و بیان کا رعب جمانے کے لئے ترجیح و سمجھ کے لئے ہم وہم قافیہ ٹھکرے جمع کے گئے ہوں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ پورا قصیدہ جو ش محبت سے بہریز ہے اور طبیعت کی آمد کا پستہ دیتا ہے۔ صرف چند اشعار بطور مثال اس جگہ نقل کے جاتے ہیں۔

آمد بسیار پرفتن، سرگرم آشوب زمین از زنگ لکھائے چپن از خارج س آتش فگن  
لکلگوں قبا، گل پر زمین، زمیں ادا نرسیں بدان از پرتو خود بر قذن، ور خرمن بند جان دن  
وقت است اگر هر خشک تربا، هم شود شیر و شکر، وقت است اگر شام دخراج چیند صبل کید گر  
وقت است بالیدان اگر بالی، کی گیر و زمزرا تادانه گنجبد از اثر، نشود نما در پیر زمین  
از مقدم نور خدا شمس لضحمی، بدر الدجی انجنم المهدی اخسیر الورا، بحر عطا، ابر صح  
کان حیا، کوه و فا، جان دلا، شان ملا، شمع بقا، مهر صبا، ما، صفا شاد زمین  
در محفل میلا داد، پیمانه رقص، با سبو، دلماز زلف مشکبو، مر سبون منت مُوبو  
بلبل به گل از آرنزو پیوسته دار و گفتگو، روانه یابد آبرو، از دصلیل شمع انجمن  
اختر شماراں هر طرف، دفتر نگاراں هر طرف، آینه داراں هر طرف، خدمگذاراں هر طرف  
چاک سواراں هر طرف، امید داراں هر طرف، چومن ہزاراں هر طرف، جمیع اند در طرف چپن  
اے جان مان خوش آمدی، جانان مان خوش آمدی، درمان مان خوش آمدی، بربان مان خوش آمدی  
سلطان مان خوش آمدی، مهان مان خوش آمدی، ایمان مان خوش آمدی، با داندایت جان دن  
اے منظیر نور خدا، اے مرجع شاه و گدا، دانی که در شوقت چها، برسن گذشت از استلا  
چوں خند لب بے نوا، از آشیاں هستم جدعا، بیگانه گشتم زاشنا، اگر دیده هام و راز دهن

زبان و بیان کی بیش شکفتگی اور قادر الکلامی کی بیش شان ان کے سیاں اردو میں  
بھی نظر آتی ہے۔ چھوٹی بحر ہو یا بڑی دونوں میں ان کی طبیعت دریا کی طرح بہتی ہے  
پہلے چھوٹی بحر کے ایک قصیدہ کے چند اشعار دیکھئے ہے  
چپن میں آج کیوں شورِ فغاں ہے  
کگل خدا ہے بلبل نوح خواں ہے  
طرب انگیز ہے بیپولوں کی خوشبو

نشاط انگریز رنگِ گھستاں ہے

نہ جنت ہے نہ ہے عرشِ معلٰیٰ

محمد مصطفیٰ کا یہ مکان ہے

محمد باشا دوجہاں ہے

محمد قبلہ گاہِ مقبلان ہے

محمد شمع ہے بنزمِ فتم کی

محمد مالک کون و مکان ہے

محمد ہے دیائے دردمندان

محمد چارہ بے چارگاں ہے

محمد سے ہولیٰ تکوین کوئی نہیں

محمد مدعایے کن فکاں ہے

بھر طیل میں اُنھوں نے فارسی قصیدہ کی طرح ہر صریح میں سبع و ترصیع کا لحاظ

رکھا ہے اور جذبات کے آبشار کو الفاظِ نقہ بارے اس طرح ہم آہنگ کر دیا ہے کہ

قاآنیٰ کی یادِ تازہ ہو جاتی ہے۔ زمینِ دہی ہے جو فارسی قصیدے کی ہے۔ اُردو میں یہ

شہید کا مقبول ترین قصیدہ ہے اور میلادِ شریف کے جلسوں میں آج بھی آنحضرت کے ذکر

پیدائش کے موقعوں پر پڑھا جاتا ہے۔ صرف تشبیب کے دو شعر بطور مثال اس جگہ نقل

کے جاتے ہیں۔

آئی بیاراب ہر ہم پر ہے بیل دگل کا دھن دیر و حرمے نورہ زن آتے ہیں شیخ و سرہن

زامد سے کھد و سخن ہے فصل دگل تو بٹکن اگر چاہے عیش جان و تن میخواڑ کا سکے حلین

ساقی جو شیخ و شنگ ہے مست منے گلرنگ ہے مطرب جو خوش آہنگ ہے مجنوں اے چنگ ہے

دل عذر کا اور نگ ہے غم خستہ دل نگ ہے بیل ہے خوش دل زنگ ہے شادی سے گل ہے خندہ زن

کرامت علی شیدی اور غلام امام شید کی طرح پر انے شعرا میں سے یوں تو  
لغتیہ فضائل اور شنویاں سبتوں کے کلام میں نظر آتی ہیں لیکن جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں اس  
ذخیرے کا زیادہ حصہ رسمی ہے اور شاید اسی لئے کسی لغتیہ غزل یا تظم کو قبول عام حاصل  
نہیں ہوا ہاں اشارہ اللہ خاں کے ایک لغتیہ نجم سے نعت سے دلچسپی رکھنے والوں کو  
اپنی طرف ضرور متوجہ کیا ہے بطور حوالہ اس کا سپلا بند و سمجھنے ہے

آپ خدا نے جب کہا صلّی علیٰ محمدٌ<sup>۱</sup>  
کیوں نہ کمیں بھرا بنيا ہیلّ علیٰ محمدٌ<sup>۲</sup>  
عرش سے آتی ہے صد اصلّی علیٰ محمدٌ<sup>۳</sup>  
نورِ جمالِ مصطفیٰ اصلّی علیٰ محمدٌ<sup>۴</sup>  
صلّی علیٰ نبیتِ نبیتِ نبیتِ نبیتِ علیٰ محمدٌ<sup>۵</sup>

اُردو میں لغت گوئی کا مقبول ترین اور کامیاب ترین دور حقيقة محسن کا کوردی  
اور امیر میانی سے شروع ہوتا ہے۔ دونوں قال اشد قال الرُّول کے پابند اور حُبِّ  
رسول سے سرشار ہتھے۔ دونوں نے لغتیہ شاعری میں ایک بڑا ذخیرہ یادگارِ حچورا ہے۔  
دونوں ہم عصر و ہم عمر ہیں اور اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی پر قدرت رکھتے ہیں، دوسرے  
نے اگرچہ ہر صفت میں لغتیں کہی ہیں لیکن دونوں کے کمال فن کا حقیقی منہا ہرہ فضیلہ وں اور  
مشنوں میں ہوا ہے۔ دونوں نے اپنے لغتیہ کلام کو یکجا کر کے خاص اہتمام سے شائع  
کیا ہے اور اردو میں لغتیہ شاعری کی ترتیب و تدوین کی نئی طرح ڈالی ہے۔ اس طرح  
دونوں نے ہم عصر اور بعد کے آنے والے شاعر کو خاصاً متأثر کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہے کہ  
اُنہیں صدی کے وسط سے لے کر آج تک اردو شعرانے نعت کے موضوع سے جس گہری  
دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور جس شغف کے ساتھ اپنے کلام میں جب رسول کو جگہ دی ہے اسے  
اول اول شاعری کی بنده سطح تک پہنچانے میں محسن کا کوردی اور امیر میانی ہی کا باختر بابت

لیکن محسن کا مرتبہ نعت گولی میں امیر سے برتر ہے۔ محسن عمر میں بھی دو چار سال امیر سے بڑے ہیں اور امیر نے محسن بھی سے ممتاز ہو کر نعت گولی کو اپنایا ہے اس لئے امیر کے ذکر سے پہلے محسن کی شاعری کا جائزہ لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

محسن کا کوردی متن فی ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۲ھ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نعت گولی کو سمجھیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس بلند سطح تک لے گئے جس سے آگے بڑھنا دوسروں کے لئے آسان نہ رہا۔ محسن نے دوسرے شاعر کی طرح نعت گولی کو جزوی اور سمجھی طور پر نہیں اپنایا بلکہ اسے پوری توجہ اور پُرے شعور کے ساتھ اپنے فکر و فن کی جوانگاہ بنایا ہے۔ انہوں نے مرد جو شاعری کی ہر صفت مثلاً قصیدہ، رباعی، غزل اور مشنی سبھی میں نعت کے فن کو برداشت کے ساتھ کہ اردو شاعری کی تاریخ میں نہ ان سے پہلے کوئی اس کی مثال نظر آتی ہے اور نہ ان کے بعد۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو شاعری میں نعت گولی کی روایت کو مستقل حیثیت دینے، اس کے امکانات کو روشن کرنے اور شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں جتنا ہاتھ ان کا ہے کسی اور کا نہیں ہے۔

"کلیات نعت مولوی محمد محسن" مرتبہ نور الحسن مطبوعہ الناطر پس لکھنؤ (۱۹۰۸) پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محسن کا کوردی کو نعت کے مصنوع سے شرمند ہی سے دچکپی رہی ہے انہوں نے اپنا پہلا نعتیہ قصیدہ جس کا مطلع ہے سہ

بچھر ببار آئی کہ ہونے لگے سحر گلشن  
غنجھے ہے نام خدا نافذ آہوئے ختن

سول سال کی عمر میں کما تھا اس قصیدے کا نام "گلدستہ رحمت" ہے۔ شمسہ مطابق ۱۳۲۲ء کی تقسیمت ہے۔ پہلے ٹائحدہ شائع ہوا ہے بچھر کلیات محسن میں شامل کر دیا گی۔ اس قصیدے کے چند اشعار و یک حصہ سراپا اے حضور سے متعلق ہیں۔

کس کی آنکھوں کا ہوں بیمار اطباء نے جو آج

میرے تلوہ سے ملا دیدہ آہوئے ختن

آج کس صاحب شوکت کی میں تھا ہوں راہ

کہ فرستے ہیں اٹھائے ہوئے در کی جلپن

دنگ و بوس گل رعنائی پسند آئی ہے

نہ مجھے خواہش گل ہے نہ ہے پرواہے چین

تنگ ہوں سیر گلتاں سے میں کس کے باعث

کونا پروہ اسرار میں ہے غنچہ دہن

وصفتِ ابرد میں کوئی بیت لکھوں بسم اللہ

چل کے محرابِ خباوت میں جھکا دوں گردان

یہ اشعار سول سال کی عمر کی تخلیق ہیں اور ان کی اٹھان بتاتی ہے کہ اس قصیدے کا نوجوان شاعر آئندہ عظیم لغت گو شاعر ہو گا۔ واقعی سی ہوا محسن کا کوردی اور دلفت گوئی کی تاریخ کا رد شن ترین ستارہ بن گے۔

کلیاتِ محسن میں "گلدستہِ رحمت" کے علاوہ چار قصیدے اور میں ایک ابیات لغت دوسرा "مدحِ خیر المسلمين" تیسرا "نظمِ دل افروز" اور "چوتھا" ایس اخترت۔ ابیات لغت کا سال تصنیف ۱۳۱۰ھ ہے اس کا مطلع ہے۔

مانا لوحِ دل سے نقش ناموس اب دجد کا

دستانِ محبت میں سبقِ بھا موحد کو ابجد کا

محسن نے یہ قصیدہ شہیدی کے مشور لغتیہ قصیدہ کی زمین میں کماہے اور اس ات یہ ہے کہ قصیدہ کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس زمین میں امیر میانی اور بن شرائے بھی قصیدے کئے ہیں، لفظیں بھی لکھی گئی ہیں لیکن شہرت و مقبولیت فرست بد کو ملی ہے ایک شہیدی کو دوسرے محسن کا کوردی کو۔ قصیدہ نظمِ دل افروز مارچ ۱۳۱۰ھ میں اسی

کے قریب اشعار ہیں۔ مطلع ہے ۰

ہے منزلِ اک مہہ کنگاں کی قلب زار و مفتر میں

یہ مہماں عزیز اُرتا ہے کس اُجڑے ہو سکر میں

انیں آخرت کے عنوان کا قصیدہ ۱۳۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ یہ سالم پنیشہ اشعار پر

مشتمل ہے اس کا مطلع ہے ۰

ازل سے اختن حُن بے نشان کے روئے تایاں کا

لے صد فتنہ محشر ہوا ہمماں دل دجاں کا

ان سب قصیدوں سے محسن کی قادر الکلامی اور آنحضرتؐ سے اُن کی دالماذ محبت کا ثبوت

ہوتا ہے لیکن ان کے کمال فن کا حقیقی مظاہرہ اور شہر فی الواقع "مدح علی خیر المرسلین" کے بسب

ہوا ہے۔ محسن کا یہ نقیۃ قصیدہ اردو میں اپنے نوع کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس نقیۃ قصیدے

کی تشبیب بہاری ہے۔ لیکن اس کا زنگ روپ اردو فارسی کے نقیۃ قصائد کی تشبیبوں سے

بہت مختلف ہے۔ محسن نے اپنی بہاری تشبیب میں ایسے مقامی رنگوں سے کام لیا ہے جو اس

سے پہلے اردو کے نقیۃ قصائد میں نظر نہیں آتے۔ محسن نے اس قصیدے میں برات بک مرسم

اس کے اثرات، ہندوانہ ما حول، مقامی رسم درواج، تقریبات اور تہوار، ہندی الفاظ و

تلمیحات اور ہندوؤں کی بعض تہذیبی و مذہبی روایات کو اس خوش اسلوبی اور فن کاری سے

برتا ہے کہ ان کے قصیدے کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا ہے۔ تشبیب کے چند اشعار دیکھئے ۰

سمت کاشی سے چلا جانپ مخترا بادل

برق کے کانڈھے پر لاقی ہے صبا گنگا جبل

گھر میں اشنان کریں سرد و تدان گوکل

جائے جمنا پر نسانا بھی ہے اک طبل ایل

خبر راڑتی ہوئی آئی ہے مسان بن میں ابھی

کہ چلے آتے ہیں تیرختہ کو ہوا پر بادل  
 کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی  
 مبند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے ٹل  
 نہ کھلا آٹھ پر میں کبھی دو چار گھنٹی  
 پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل  
 دیکھئے ہو گا سری کرشن کا کیونکر درشن  
 سینہ تنگ میں دل گو پیوں کا ہے بیکل  
 را کھیاں لے کے سلونوں کی بزمیں نکلیں  
 تار بار کش کا توڑنے کوئی ساعت کوئی پل  
 اب کے میلا تھا ہندو لے کا بھی گرداب بلا  
 نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رمح نہ بدل  
 ڈوبتے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے  
 نوجوانوں کو سنپر ہے یہ بڑھوا منگل  
 تہ و بالا کئے دیتے ہیں ہوا کے جھوٹے  
 بڑے بجادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا مل  
 کبھی ڈوبی کبھی اچھی مہنگی کشتی  
 بھرا خضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہل پل  
 قریاں کہتی ہیں طوبے سے مزاج عالی  
 لالہ باغ سے بندوں فلک کھیم کسل  
 شاہدِ کفر ہے مکھڑے سے اُنجھائے گھونقٹ  
 چشم کافر میں رگاتے ہوئے کافر کا جل

تسبیب نعتیہ قصائد کی تاریخ میں بالکل اچھوتی تھی۔ آنحضرت کی سیرت و مجتہت کے بیان میں ہندوائی تندیب اور سندیبی اصطلاحات کا سہارا اس سے پہلے کسی نہیں لیا تھا۔ عام طور پر قصیدے کی تسبیب انہی سندھوں کے الفاظ اور اصطلاحات تسبیبات میں کمی جاتی تھی جو عربی اور فارسی شعر کے ذریعہ اردو میں مردوج و مستعمل تھے اس لئے محسن کا کوردی نے قصیدے کی تسبیب میں جس مقامی رنگ سے کام لیا تھا اسے بعض مشرع حلقوں میں ناپسندیدیگی کی بناہ سے دیکھا گیا اور طرح طرح کے اعتراضات اٹھائے گئے۔ یہ محنن تنگ، نظری اور بد ذوقی تھی در نہ صاف ظاہر ہے کہ جس علاقے کی زبان میں آنحضرت کی زندگی اور سیرت کا بیان کیا جائے گا۔ اس بیان میں حسن و تاثیر پیدا کرنے کے لئے اس زبان اور اسی علاقے کی تندیبی علامتوں سے مدد لینی ہو گی۔ محسن نے یہی کیا ہے اُبھوں نے ہندو از رسم: رد اج اور اصطلاحات کا استعمال کر کے سیرت کے بیان کو خوشگوار مہر اور دلکش بنایا ہے۔ ان کی اس تسبیب کو جب قصیدے کے گریز کے ساتھ ملا کر پڑھنے تو سارے اعتراضات خود بخوبی ختم ہو جاتے ہیں۔ امیر احمد میانی نے معتبر ضمین کے جواب میں بہت صحیح لکھا ہے کہ:

"بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ قصیدہ نعت میں منحر، گوکل و کہنیا کا ذکر بے محل ہے لہذا دفن دنل کی جاتا ہے کہ لغت میں تسبیب کے معنی ہیں ذکر ایام شباب کرنا اور اصطلاح شعر میں معنا میں عشقیہ کا بین کرنا۔ اساتذہ نے تحقیص معنا میں عاشقانہ کی قید بھی نہیں کی۔ کوئی شکایت زمانہ کرتا ہے۔ کوئی مترقب معنا میں کی غزل لکھتا ہے۔ کوئی غزل میں کسی طرح کا خاص تلازم محفوظ رکھتا ہے الغرض متباع ان کلام اساتذہ حقیقت شناسان تسبیب و قصیدہ پر پوشیدہ نہیں کہ معنا میں تسبیب کے مقصود نہیں ہیں اور نہ کچھ مناسبت کی قید ہے کہ حدود نعت

منقبت میں قصیدہ ہو تو تشبیب میں بھی اس کی رعایت رہے۔ مزاج اشدا  
غالب دہلوی نے منقبت میں قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہے ۰  
صحیح کہ درہ ہوا ہے پر ستاری دش  
جنبد کلید سکدہ در دست بر سہن

اور اس قصیدے کی تشبیب میں بھی ایسے ہی مضاہین لکھے ہیں۔ عمدہ تر  
سند اس کے جواز کی یہ ہے کہ حضرت مسیح در کائنات خواجہ ہر دو عالم  
صلعم کے حضور میں قصیدہ بانت سعاد جس کی تشبیب بھی مشروع نہیں  
ہے پڑھا گیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک  
سے اس کی تحریک فرمائی۔“

(کلیاتِ لغت مولوی محمد محسن ص ۵۵۵ امطبوعہ یونیورسٹی پرس فرنگی محل لکھنؤ)  
خود محسن کا کوروی نے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ یہ جواب قصیدے ہی کی  
زمین میں ہے اور شاخانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عالما نہ ددلل ہے۔ چند شعر دیکھئے ہے  
گو قصیدہ سے جُد ابری بہار تشبیب

فکر کے تازہ دتر کرنے کو ہے مستعمل  
مختلف ہوتے ہیں مضمون کمیر عشق کمیں حُسن  
کمیں نغمہ ہے کمیں مے کمیر بھول اور کمیں بھل پل  
تاہم اک لطف ہے خاص اس میں جو سمجھنے ناداں  
کہ سخن اور سخن گو کو ہے نازش کا محل  
پڑھ کے تشبیب سلمان مع تید و گریز  
رجعت کفر بے ایمان کا کرے مسئلہ حل  
کفر کا خالق باخیر ہوا ایمان پر

شب کا خورشید کے اشراق سے قفقہ فیصل

جیشم النصاف سے دکھیلوں قصیدے کی شبیہ

نیم رُخ تھی اسی رنگت سے ہوئی مستقبل

ظللت اور اس کے مکارہ میں ہوا طول سخن

مگر ایمان کی کہئے تو اسی کا تھا محمل

کفر و ظلت کو کھا کس نے کہے دین خدا

مے دنگمہ کو لکھا کس نے کہے حُسن عمل

ہوا میوٹ فقط اس کے مٹانے کے لئے

سیفِ مسلولِ خدا نورِ بنی مُرسل

محسن نے اس قصیدے میں جدت یہ کی ہے کہ اس کے بیچ میں دونوں بیس بھی شامل کر دی ہیں۔ قصیدے میں غزل کی شمولیت نئی چیز نہیں۔ لیکن محسن نے جس خاص شکل کی غزلیں شامل کی ہیں وہ قصیدے کی ملکنیک میں نئی چیز ہے۔ اب تک یہ ہوتا تھا کہ جس زمین اور قافیہ دردیافت میں قصیدہ ہوتا تھا اس کی غزلیں اس میں جگہ پاتی تھیں محسن نے اس روایت سے انحراف کیا۔ قصیدے میں ”بادل“ قافیہ تھا۔ محسن نے غزل میں اسے ردیافت بنایا اور بادل سے پہلے کے لفظ ”متھرا“ کو قافیہ تھا۔ محسن نے غزلوں کے اشعار نونے کے طور پر دیکھنے سے

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

تیرتا ہے کبھی گنگا کبھی جمنا بادل

شاہدِ گل کا لئے ساتھ ہے دولا بادل

برقِ کستی ہے مبارک تجھے ہمرا بادل

میری آنکھوں میں سما نہیں یہ جوش و خروش  
 کسی بے درد کو دکھلائے کر شہ بادل  
 اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے  
 میری آنکھوں کا ہے اُترابو اسد قہ بادل  
 جوش پر رحمت باری ہے چڑھا و خم مے  
 چشمک برق سے کرتا ہے اشارہ بادل

(۲)

کی جگہ کبے کی جانب کو ہے قبلہ بادل  
 سجدہ کرتا ہے سوئے یثرب و بیضا بادل  
 چھوڑ کرے کدھہ ہند و صنم حنا نہ برج  
 آج کبے میں بچھائے ہے مصلہ بادل  
 دلوں غزلیں قصیدے کے مظاہر سے مربوط ہیں اور اسی متانہ و عاشقانہ  
 فنا میں ڈوبی ہوئی ہیں جو اس قصیدے پر مطلع سے مقطع تک جھٹائی ہوئی ہے محن نے دوسری  
 غزل کے بعد قصیدے کے آخر میں مناجات کے طور پر بھی کچھ اشعار تازہ مطلع کے ساتھ کئے  
 ہیں۔ یہ اشعار قصیدے کی روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بطور مثال، اس جگہ ابتدائی دو شعراً و  
 آخری شعر دیکھئے۔

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے نفل  
 میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے محفل  
 ہے تناک رہے نفت سے تیری حنالی  
 نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل  
 کہیں جبریل اشارہ سے کہ ہاں بسم اللہ

## سمت کاشی سے چلا جانبِ مسحرا بادل

آخری مصريع بتاتا ہے کہ قصیدہ جس مصريعے سے مشروع ہوا تھا اسی پر اگر ختم ہو گی۔ یہی صورتِ قصیدے کے معنوی سپلوکی ہے۔ پہلے شعر سے جس الفاظ و حسنِ معنی کی جو خوشگوارِ فنا قائم ہو گئی تھی وہ آخر تک برقرار رہی ہے اور ایسے ربطِ دشمن کے ساتھ کہ کہیں سے کوئی شعر نکال نہیں سکتے۔ اس لحاظ سے یہ نعمتیہ قصیدہ فتن قصیدہ سے آگے بڑھ کر منوی اور غزل کے فنی معیار پر بھی پُر اُر تما ہے۔ ربطِ بیان اور تسلیم بیان کے لحاظ سے اس میں منوی کا لطف ہے۔ قادرِ الکلامی، زبان و بیان کے شکر و تخلیل کی پرواز و زورِ کلام کے اعتبار سے یہ اچھے سے اچھے فضائمد کے مقابلے میں رکھا جاسکتا ہے۔ محبت کے والمانہ انہمار، رندلہ و پاکیاز از خیالات اور مستغزلا نہ بیان نے اسے مومن اور حضرت کی غزلوں کا شرف بنا دیا ہے لیکن لفظ و معنی کی اس ہم آہنگی و رنگارنگی میں نعمت کے حدود کو پھلانگ جانے کی کوشش نہیں ملتی بلکہ محسن کی نعمتیں مستغزلا نہ وعاشقانہ فضائار کھنے کے باوجود نام طور پر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ہی کی ترجمان رہتی ہیں۔ کلیاتِ محسن کے مرتب نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:

”چونکہ نعمتیہ کلام سے شریت و عترت یا شاعرانہ و قعوت و دُنیادی

صلے کی خواہش نہیں تھی اس لئے ان کی نظم سے خلوصِ عقیدت کارنگ

پیکتا ہے۔ گل و بلبل کے پیش پاؤ فتاو و معاہین سے ذہانت ان کو

دور رکھتی تھی۔ وہ مضمون نکلتے قرآن پاک و حدیث شریف سے اور اس

کو مذاقِ شاعرانہ میں اس خوش اسلوبی سے کھپاتے تھے کہ سامعین ادب

سے سُنتے اور درود کے نعرے بلند کرتے۔ ان کے قادرِ الکلام ہونے کا

بینِ شیعہ اور قوی دلیل یہ ہے کہ بیانِ حکایت میں شاعرانہ شوخی حدود

ہندیب و ممتازت سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتی ہے اور مبالغے کے

استعارات صلاحیت کے جو ہر اپنے ساتھ لے رہتے ہیں۔ جہاں کوئی مناسب موقع ہے اور حدیث شریف میں اس کی تصریح نہیں ہے، اس کو اس اندازے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو صاف تمیز ہو جاتی ہے کہ اس قدر مضمون جائز و حدیث نہیں ہے بلکہ کلام بزبان حال ہے۔ ان کی صدابہار طبیعت حسرت و یاس کے مفہایں سے الگ رہتی ہے شکفتگی طبع اور زندہ دلی کی بر قی روشنی ہر بیان میں اپنی چمک دکھاتی ہے۔ مفہایں کی بلند پردازی۔ الفاظ کاشان و شکوه، بندش کی حُسْنی ان کا خاصہ طبیعت ہے۔ تشبیہ و گریز لکھتا ان کا حصہ تھا۔ خاتمہ و مناجات میں وہ طرزِ خاص کے موجد ہیں ۔

فی الواقع محسن کا نقیدہ لامیہ " اردو شاعری کے بہترین قصیدوں میں سے ایک ہے۔ محسن نے نقیدے ہی کے ایک شعر میں اسے ممتاز غزل سے تغیری کیا ہے۔ یہ تغیر بے بنیاد نہیں ہے۔ نقیدہ سرتاسر غزل میں ڈوبا ہوا ہے۔ محسن میں لقین دُ امید اور شکفتگی زندہ دلی کے عناصراتے قوی ہیں کہ وہ حضرت دمحد می یا بے دلی و بے کیفی کی فنا کلام میں پیدا ہی نہیں ہونے دیتے۔ ان کی رجائی طبیعت نے لفظ و معنی دونوں میں نارت خیال و نادرت بیان کے جادو جگائے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے کیسی دل آدیز ہیں ۔

کبھی ڈوبی کبھی اچھلی سہ نوکی کشتی

بھر اخضر میں تکاظم سے پڑی ہے مجھں

شاہد کفر ہے کھڑے سے اٹھائے گھونکھٹ

چشم کا فر میں لگائے ہوئے کافر کا جبل۔

جس طرف دیکھئے ہیں کی کھل میں کایاں

لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کو نسل

جو گیا بھیں کئے چرخ لگائے ہے بھیہوت

یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بھجائے کمبل

صاف آمادہ پرواز ہے شاما کی طرح

پر لگائے ہوئے مرشدگانِ صنم سے کا جل

محسن کے اس "قصیدہ لامیہ" کی تقلید و تفہیم میں سب سے شعرا نے طبع آزمائی کی ہے۔ سب سے کامیاب تفہیم فہیم مشی عبدالمجید سحر مردم کی ہے۔ اس تفہیم کا تاریخی نام "مدح پیغمبر" ہے۔ ۱۳۰۴ھ میں کہی گئی ہے اور "کلیات محسن" کے حاشیہ میں قصیدہ لامیہ کے ساتھ ہی شائع ہو چکی ہے۔

محسن نے لغت کے موضوع پر مشذیاں بھی کہی ہیں۔ ان مشذیوں میں صبح تجلی اور چراغ کعبہ خاص طور پر قبل ذکر ہیں۔ پہلی ۱۲۸۹ھ اور دوسری ۱۳۱۴ھ میں لکھی گئی ہے۔ دونوں "گلزار نسیم" کی زمین میں کہی گئی ہیں اور اسی رنگ میں ہیں یعنی تلمیحات، استعارات، تشبیہات اور رعایت لفظی کی وہ ظلسمی فضائی جو گلزار نسیم میں نظر آتی ہے محسن کی مشذیوں پر بھی چھائی ہوئی ہے۔ "صبح تجلی" کا موضوع آخر خضرتؐ کی "ولادت" اور "چراغ کعبہ" کا تعرج ہے۔ پہلے چند شعر "صبح تجلی" کے دیکھئے ہے

بیضاوی صبح کا بیساں ہے تفسیر کتاب آسمان ہے

ہر دشت ہے مثل دشت ایمن ہر کوہ بر نگہ طور روشن

آنکھیں نظارے کی طلبگار نظارے کا بخت خفتہ سیدار

منظور ہے حُسن کا تماشا ہر دیدہ زلیخا

ہے شرق سے غرب تک پر شیل نورِ عینین پیرِ کنوار

دہ سوڑہ یوسف تجلی یہ مطبع مصر کی عزیزی

الواح زبر حبِ فلک کا  
 ساعت میں روز دشہ کی دالہ  
 پیغمبر آنحضر الزماں ہے  
 ہے وقت نزولِ صحبہ کل  
 یا خضر ہے مستعد وضو پر  
 تیاری ہے باع میں اداں کی  
 قد فامت سر دل ربا ہے  
 اور دوسرا سجدے میں حملی ہے  
 جاری ہے لبِ جو الحیات  
 تحریمیہ تاک رب اغفر  
 اوصل علی کا عنسل چپن میں  
 یا صومِ سکوت میں ہے مریم  
 اور آبِ رداں طوان میں ہے

ہے وقت اخیر شب خلاصہ  
 ہنگامِ سپیدہ سحر گاہ  
 اک منجرب صادق البیان ہے  
 کیفیت وحی میں ہے ببل  
 بزرہ ہے کنارِ آبجو پر  
 نوبت ہے صدائے فریان کی  
 حج و تکبیر فاختہ ہے  
 اک شاخِ رکوٹ میں کی ہے  
 سون کی زبان پر مناجات  
 لتبیحِ شگوفہ یا مصیور  
 چھیلی ہوئی بوئے کل چپن میں  
 غنچے میں سے خائشی کا عالم  
 کیاری ہر اک اعکاف میں ہے

زبان و بیان کی یہی صناعتی اور یہی آرائش "چراغِ کعبہ" میں بھی شروع سے آخر  
 تک نظر آتی ہے۔ یا یہ ہمہ متنیٰ حسن و اثر سے خالی نہیں ہے۔ بطور مثال اس کا کبھی  
 ایک طکڑا دیکھئے ہے

داخل ہوئی کعبہ میں وضوے  
 شبم کی روا بقصدِ احرام  
 جمک جمک کے پھوڑتی ہوئی بال  
 سر سے پاتک عرق عرق ہے  
 پر دین کو بنائے منہ کا سرا

بھیگلی ہوئی رات آبرو سے  
 ادڑھے ہوئے بیلی کل اندا م  
 گویا کہ نہ کے آئی فی الحال  
 کیا سعی صفاے رنگ فت ہے  
 نا محروم سے چیپائے چہرا

آنکھتہ ہوا نے جانا اندازِ حسیرام سو فیاں  
 نالے کا دم انیں دہدم انفاس ہوا رفیق دمحرم  
 خوشبو دہ کہ ہار یا تمن کے لپٹے ہوئے بالوں میں دلمن کے  
 یا تازہ بسی ہوئی ختن کی کلیاں یوں کے پیرہن کی

یہ اشعارِ مشنوی کی مہمید یا پس منظرے نقلت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد "گریز" کے عنوان سے معراج کی رحمت آفریں رات کا منظر کھینچا گیا ہے۔ بعد ازاں "درج جہریل" "صفت برائق" اور "مسجدِ قصیٰ" دعیزہ کے عنوان کے ساتھ فدک اول تا فدک ہفتہم کی سر اور آخر میں جنت و درزخ، عرش و کرسی اور مقامِ اعلیٰ پر آنحضرتؐ کے درود فرمانے کا بیان ہے۔ مشنوی مناجات پختہم ہوتی ہے اور زبانِ لکھنؤ میں محسن کا کورڈی کی فنی حمار اور شاعرانہ فطانت کا سکھ جہاںی ہے۔

کلیاتِ محسن میں فضائیہ و ملنیات کے علاوہ لغتیہ خجے غزلیں اور رباعیات بھی ہیں اور ان سب میں محسن نے اپنے معیارِ لغت گوئی کو برقرار رکھا ہے لیکن بیسا کہ اد پر تفصیل دی جا چکی ہے نکر و فن کے چیز محسن ان کے قصیدہ "درج المصلیم" میں در آئے ہیں وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے جو شہرت اس قصیدے کو ملی وہ کسی دوسری قنظم کو حاصل نہ ہوئی۔

محسن کا کورڈی کی لغتیہ شاعری اور صحبت کے زیر اثر آخری عمر میں امیر میانی (۱۸۲۹ء تا ۱۹۰۰ء) نے بھی لغت گوئی کی طرف خاص توجہ کی ہے چنانچہ ان کا لوگون فقرہ خود ہے جو محسن کے قصیدے کی تفصیل کے طور پر کھا گیا ہے۔ پہلے یہ الگ شائع ہوا بعد کو امیر کے لغتیہ مجموعہ کلام "محمد خاتم النبیین" میں چھپا تھا۔ اس کا جو ادیشن امیر میانی کی میلود شریف "خیابان آفرمیش" کے ساتھ شائع ہوا ہے وہ اس وقت میرے سامنے ہے اس میں لغتیہ فضائیہ غزلیں، مناجات، ترجیح بند، مسدس، محسن اور

تفصیل سمجھی شامل ہیں۔ فضائل عام طور پر مشکل نہیں میں کئے گئے ہیں اسرا امیر میانی کی قادر انکلامی دزبان دانی کا سکھ بھاتے ہیں۔ قصیدہ نگاری کے لوازم کو سمجھی یہ پورا کرتے ہیں۔ لیکن بمحاذ شاعری ایسے نہیں کہ انھیں نعتِ گونی کی تاریخ میں قابل ذکر اصناف کما جائے۔ حافظ اور جامی کی غزلوں کی نفعیہ تفصیل البته خوب ہیں۔ آنحضرت کی پیدائش کے بیان میں مسدس کی سورت میں ترجیع بند میلان در شریف کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے لکھا گیا ہے وہ بھی زبان دبیان کا بہت اچھا نمونہ ہے بعض مقامات پر اس مسدس کا حسن وزو اُمیں و دیبر کے مرثیوں سے جامت ہے۔ صرف دو بند بطور مثال دیکھئے۔

کرد و خبر یہ محفیل میلان دشاد ہے  
یاں آمدِ جناب رسالت پناہ ہے  
اُمت پلے رسول کی یہ جلوہ گاہ ہے  
سیدِ حسیبی بہشت میں جانے کی راہ ہے

در بارِ عام گرم ہوا استھار دو  
جن دبشر سلام کو آمیں پیکار دو

جن کوہِ قاف سے تو جناب سے ملکے  
آنکھوں سے انجم و مہر و منکرے  
بحرِ داں سے مردم آبی تملک پڑے  
جتنے سخت دھش و طیروہ بمنشکے

در بارِ عام گرم ہوا استھار دو  
جن دبشر سلام کو آمیں پیکار دو

لغتیہ غزلوں کی تعداد امیر کے بیان خاصی ہے۔ یہ دراصل امیر کا لغتیہ دلوان

ہے جس میں الف سے لے کر تک کی روایت کی لغتیہ غزلیں ترتیب دار درج ہیں۔ غزلوں کے ساتھ بعض نظریں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ لغتیہ غزلوں میں آمیر نے اخترت کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت کے بعض اسم پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے معجزات کو توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ غزدات اور درود سے کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بعض دوسری روایات و واقعات زندگی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور کہیں کہیں اخترت سے جوش عقیدت و فرط محبت کا انعام بھی کیا ہے۔ عقیدت و محبت کا یہی انعام حباب حباب بھر پور ہو گیا ہے ان کی لغتیہ غزلوں میں دلکشی و تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔ ان کی بعض لغتیہ غزلیں پوری کی پوری بست اچھی ہیں اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ ایسی غزلوں کے مطلع ربطور حوالہ درج کے جاتے ہیں جو محسن شعری سے مالا مال ہونے کے سبب اردو کی مقبول ترین لغتیں میں شمار ہوتی ہیں۔

چیک کے کہتا ہے غنچہ غنچہ گاؤں سے بڑا ذکر بمار تم پر  
چیک رہی ہے جپن میں ملیل ہزار جانیں شارتم پر

---

جب مدینے کا مسافر کیمی پا بتا ہوں  
حضرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

---

خلق کے سرور شافع محدث صلی اللہ علیہ وسلم  
مرسل دا اور خاص یہی سلی اللہ علیہ وسلم

---

یاد جب مجرم کو مدینے کی فضنا آتی ہے  
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

کس کے آنے کی فلک پر ہے خراج کی رات

آنکھ سورج سے ملا تاہے قمر آج کی رات

محسن کا کوروی اور امیر میانی کی طرح مولانا حالی نے بھی اسلامی اقدار اور  
لغت کے موضوع سے گھری دلچسپی کا انعام کیا ہے۔ مولانا حالی شاعر تھے، نقاد تھے،  
سوائیں نگار تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سچے مسلمان اور علمتِ اسلامیہ کے غنیوار تھے۔  
ان جیسے پاک نہاد اور پاک بہبیت ادیب روز روzenیں ہوتے۔ پاک و ہند کے سلامیں  
کی زندگی ان کی شخصیت اور ہن دو نیں سے متاثر ہوئی ہے۔ اس تاثیر میں حالی کے ان  
تمی خیالات و جذبات کا بڑا دخل ہے جن کے لفوس ان کی شاعری کے ساتھ ان کی  
زندگی میں بھی صاف نظر آتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا حالی نے جس برداشتی اور  
خلوصِ نیت کے ساتھ اسلامی قدر دن کو اپنے فکر و فن کا محور بنایا ہے اور دو کے بہت  
کم شاعروں نے بنایا ہے۔ پرانی عزیزوں کو جھپوڑکران کی شاعری کا شاید ہی کوئی جزو ہے  
جس میں آنحضرتؐ کی سیرت اور سیعام کا عکس صاف نظر آتا ہو لیکن لغت کے موضوع پر  
براءہ راست بھی اُسکو نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ان کا مجموعہ کلام دو جلدیں میں کلیاتِ نظم حالی کے عنوان سے ۱۹۶۸ء میں مجلس  
ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا حالی  
نے ہر سنت میں کچھ نہ کچھ کہا ہے۔ رباعی، نجمس، غزل، قصیدہ اور مسدس سب میں  
لغت کوئی کے نہ نہیں مل جاتے ہیں۔ لغتیہ قصیدوں میں بلند پایہ دہ ہے جو غالباً، میں  
اور ذوق کی مشترک زمین (آسمان کے لئے، جاں کے لئے، بیان کے لئے) میں کہا گیا ہے۔  
چند اشعار دیکھئے۔

بنے بیس مدحت سلطانِ در جہاں کے لئے

سخنِ زبان کے لئے اور زبانِ دہاں کے لئے

دہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں  
 عداوت اس کی غذابِ ایم جاں کے لے  
 دہ چاند جس سے ہوئی خلدتِ جہاں صعدوم  
 رہا نہ تفرقة روز و شب زماں کے لے  
 صفائے قلبِ حوداں کینہ خواہ کے ساتھ  
 دعائے خیر بد اندریشِ بدگاں کے لے  
 نہ حرفِ بصوت میں وسعت نہ کامولبِ بیکت  
 حقیقتِ شبِ معراج کے بیان کے لے  
 حریفِ نعمتِ پیغمبر نمیں سخنِ حالی  
 کماں سے لا یے انجاز اس بیان کے لے  
 اس قصیدہ میں صرف تینیس اشعار میں اور عینہ زوری مبالغہ اور لفظی صنایعوں  
 سے پاک ہیں۔ دوسرا قصیدہ اس سے لمبا ہے۔ اس کا بھی مطلع اور آخری شعر بپور جو اہ  
 دیکھتے چلے ہو  
 میں بھی ہوں حسن طبع پر مغادر  
مجبد سے اٹھیں گے ان کے نازنڑا  
 جیتے جی دل میں باد ہو تیری  
 مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور  
 حالی کی نعمتیہ شاعری کے سلسلے میں ان کا ایک فارسی غمز بھی قابل ذکر ہے۔ یہ  
 غمز غالب کی فارسی نعمتیہ غزل کی تفصیل میں کہا گیا ہے۔ صرف آخری بند دیکھئے۔  
 بہت ہے مدح شہ من دحالی گما شنتیم  
 گفتیم داز لگاشتنی ہا لگاشتنیم

## چون کام ولب فر اخور و صفحش نداشتیم

غالب شنائے خواجہ بہیز دال گذشتیم

کان ذات پاک هر تبرہ دالِ محمد است

لیکن نفت گوئی کے سلے میں سالی کی شہرت قصیدہ و مختس کے سبب نہیں ملکہ مدرس  
کے ایک ٹکڑے اور ایک مغل نامناجات کے سبب تباہ کیا ہے۔ مولانا حائلی نے اپنا  
سدس مدد جزر اسلام مرسید کی فراں پر لکھا تھا۔ اس میں سیکڑوں ایڈیشن تکل چکے  
ہیں۔ مسدس کیا ہے مسلمانوں کے عروج و زوال کی ہیرتاک اور دردناک داستان ہے۔  
حائلی نے اس مسدس کے ابتدائی حصے میں جہاں آنحضرتؐ کی بعثت کا سال نظم کیا ہے وہاں  
اس محبن انسانیت کے بعض صفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ میری مراد مسدس کے اس مقام سے  
بے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ॥

دو نیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادی غریبوں کی برلانے والا

حائلی کے یہ لفظیہ اشارہ مہر تم کے تکلف سے پاک ہیں ان میں نہ تو فکر و خیال کی  
حدت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے نہ کسی ستم کے مسلطے یا لفظی اہتمام سے کام لیا گیا  
ہے نہ غیر ضروری معنی آفرینی کو جسے وہ فتنی ہے نہ الفاظ کی شعبدہ گری کو شناسری کا طریقہ  
امتیاز سمجھا گیا ہے۔ نہ زبان زبان کے ظاہری شکوه کو احیت دی گئی ہے اور نہ تخيیل کی  
بے جا اُن کمیں نظر آتی ہے۔ حائلی نے جو کچھ اتنا چاہا ہے درد بھرے دل نے ساتھ حروج  
مخصوص سادہ اور بے ساختہ زبان میں کہا ہے۔ صاف اندازہ بھو جاتا ہے کہ مولانا جو کچھ  
کہ رہے ہیں دل کی گمراہیوں کے ساتھ کہہ رہے ہیں چانچھے وہ آنحضرتؐ کی زندگی پر دشی  
ڈالیں یا ان کی سیرت کا بیان کریں، انسان اور انسانیت پر ان کے الہاف و اکرام کا  
جاہزہ لیں یا ان کی ذات گرامی کے دلیل سے صناجات کی صورت میں قوم کو ذلت درسوائی

سے بخات دلانے کی دعا مانگیں سب کے سب جذبات و تاثیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی ایک مناجات تریخی ہے جو ہر قومی الیے کے وقت بے ساختہ ہماری زبان پر آجائی ہے۔ اس مناجات کے بعض اشعار آپ کو یاد ہوں گے۔ صرف مطلع دیجئے۔

اے خاصہ خاصاں سل وقت دعا ہے

امت پر ترمی آکے غلب وقت پڑا ہے

پوری مناجات حالی کے خلوص جذبات کا مرقع ہے اور درد مند دل رکھنے والے مسلمانوں کو ہلاک رکھ دیتی ہے۔

مولانا حافظی کے اس سادہ و پرکار لب والجہ نے اپنے معاصرین اور بعد کے شعرا پر گمراہی ڈالا ہے۔ مسرید کی ملی تحریک اور پاک و ہند میں مسلمانوں کی بعض دوسری تحریکیات نے بھی بعض مذہبی مونشوں کے خصوصیات خصوصیات گوئی کی جانب بمارت شعرا، کی توجہ مبذول کرائی ہے چنانچہ میوسیں مددی عیسوی کے اکثر شعرا، نے نعتیں کہی ہیں اور رواۃتی لغت گوئی سے ہٹ کر بالکل نئے انداز سے کہی ہیں۔ بعض نے لغت کے مونشوں کو قوم و ملک کی سیاسی و تہذیبی زندگی سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک نیاروپ دینے کی کوشش کی ہے۔ بعض نے مسدس اور مشتوی کو نظر انداز کر کے نظم کی جدید ہستیوں کو لغت کے مونشوں کا متحمل بنا تا چاہا ہے۔ بعض نے مختصر لغت کرنے کے بجائے آنحضرتؐ کی پرسی زندگی اور ان کی سیرت کے سارے پلیوں کو طویل نظم کی صورت میں سمجھت، لیا ہے۔ بعض نے پری تاریخ اسلام کو کوئی کسی جلد و میں نظم کر دیا ہے اور بعض نے درود و مناجات دسلام کی صورت میں نہایت مؤثر اور پاک ذر نعتیں کہی ہیں اور تازہ صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل کے شعرا معرفی اور آزاد نظموں کی شکل میں ایک نئی معنویت کے ساتھ لغت کے مونشوں کو پیش کر رہے ہیں۔

حالی کے بعد لغت کے مونشوں اور اسلامی قدر دن کے مovid شعرا میں سب سے

مساز اور اہم نام ملا امراءِ اقبال کا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حالی کی طرح علامہ اقبال کو بھی رسمی معنی میں لغت گو شاعر نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ ان کے میان رسمی اندازی صرف ایک دو لغتیہ غزلیں ملی ہیں۔ وہ بھی ان کے بالکل ابتدائی دور کی ہیں۔ مثلًا ان کی دو لغت جس کا مطلع ہے ہے

نگارِ ساشق کی دلکشیدگی ہے پر دہمیم اٹھا کر  
دو بزمِ بیثب میں آکے مل جیسیں ہزار منہ کو جیسا چپا کر

اسی دور کی یادگار ہے لیکن لغت کے غیر رسمی معنوں میں علامہ اقبال اور دو کے اہم ترین لغت نگار ہیں۔ انہوں نے سرفی بھی نہیں کہ اپنی شاعری میں سکردن حبگہ آنحضرت کی سیرت و کمالات کا دالانہ اظہار کیا ہے بلکہ یوں کہتا چاہئے کہ ان کی پوری شاعری کا حقیقی محور سیرتِ محمدی اور اسوہ رسول ہے حتیٰ کہ ان کے فلسفہ خودی کا اصل الاصول بھی یہی ہے۔ اسرارِ خودی سے لے کر جاوید نامہ تک ان کا کلام دلکش جائے اس محور سے انحرافِ مشکل سے کمیں ملے گا۔ ان کا کلام صاف بتاتا ہے ان کے فکر و فن کا نقطہ آغاز بھی رسالت ہے اور نقطہ ارتقاء اسلام بھی رسالت ہے۔ رسالت کی تعریفِ رونہ بے خودی کے ابتدائی معنوں میں انہوں نے اس طور پر کی ہے۔

از رسالت در جهانِ تکوینِ ما	از رسالتِ دینِ ما آئینِ ما
از رسالتِ صد ہزار دما یک است	جز و ما از جزو ما لا یتفک است
از میانِ مجرمِ اد نخیزیم ما	مثل موج از هم نمی ریزیم ما
دینِ فطرت از نبیِ امانتیم	در ره حقِ مشتم افراد خیتم
ایں گمراز بحر بے پایان ادست	ایں کریک جانیم از احیان اوت
قوم را سرمایہ قوت ازو	حقیقتِ سرِ دحدت ملت ازو
لک	ک

رسالت کا تبیین و تعریف تک نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے

فلسفہ خودی کے عناصرِ تکمیل میں بنیادی عنصر عشق رسول ہی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک حب خودی ددرس۔ ارتقائی منازل سے گذر کر آنحضرتؐ کی محبت سے شرار اور فقر و استغاثہ سے مستحکم ہو جاتی ہے تو کائنات کی ساری قوتیں اس کے قبیلے میں آجاتی ہیں۔

از محبت چون خودی مُحکم شود	قرش فرمادہ عالم شود
پنجہ او پنجہ حق می شود	ماہ ازانگشت ادشت می شود
اس قسم کے اشعار سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اقبال نے "خودی" کے ذریعے جو فلسفہ حیات پیش کیا ہے وہ حقیقتہ دینِ مصطفوی ہی کی شاخہ تغیر و تفسیر ہے۔ خودی کی تربیت و تکمیل کے لئے جب وہ آئینِ نظرت کی پابندی کی تلقین کرتے ہیں تو ان کی مراد اخلاقِ محمدی اور اسوہ رسول کی پابندی دپریدی سے ہی ہوتی ہے۔ چند اشعار دیکھئے۔	
و ہمی دانی کہ آئین توجیہت	ذیر گردول سر تکمیل توجیہت
آں کتاب زندہ قرآن حکیم	حکمت اولادیں است و قدم
از یک آئینی مسلمان زندہ است	پیکر ملت ز قرآن زندہ است
ہست دینِ مصلحتے دینِ حیات	بے شبات از قوش گیر دثبات
غمچہ از شاخارِ معطفے	گل شواز با و بسا معطفے
از بمارش رنگ دبو باید گرفت	بهرہ از حشیق او باید گرفت
فطرت مسلم سراپا شفقت است	در جہاں دست وزبانش حجت است

اقبال کے کلام میں رسالت یافت کا مونوونع کس حد تک دخل ہے۔ ان اشعار کی روشنی میں اس کا جواب کچھ مشکل نہیں رہتا۔ اس دخل کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان کی شاغری رسمی انداز کی نفعیہ شاعری نہیں رہی بلکہ ذاتِ صفاتِ محمدی لے بیان ساختہ ساختہ دینِ مصطفوی کے اساسی پیلوؤں کی بھی نظر بن گئی ہے ان پیلوؤں کی تشریع

تو صیغ میں اکثر جگہ آنحضرتؐ کے اخلاق و سیرت کا ذکر آیا ہے اور اقبال کی طبع عاشقانہ اور مزاج شاعرانہ نے ہر جگہ اس ذکر میں خاص قسم کا لطف و یقین کیوں دیا ہے چنانچہ اس ذکر میں اقبال کے بیان بہت سے اشعار بہت سے ٹھکرے اور بہت سے ایسے نظمات مل جاتے ہیں جو اقبال کو ایک بلند پایہ نفت گو شاہست کرتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان میلوں کے ذکر و اذکار میں اقبال نے اردو سے زیادہ فارسی سے کام لیا ہے یعنی ان کے نقیبیہ شعارات زیادہ تر فارسی ہی میں ہیں۔ جرمن شاعر گوئے کی مشہور نظم (لغہ محمدی) کا ذرا و ترجمہ بھی اقبال نے فارسی میں کیا ہے۔ یہ نظم "پیام مشرق" میں جوئے آب کے نام سے شامل ہے۔ چار چار شعروں کے چار بندہ ہیں اور اسلامی تخلیل و تصویر حیات کے حقیقی تر جان ہیں صرف دو بند بطور نمونہ ذیجھئے ہے

در رادِ اد بہار پری خانہ آفسنر یاد  
ترگس دمید دلاله دمید دسمن دمید  
گل عشہ داد دگفت یکے پیش مابالیت  
خندید غنچہ و سبر دامن او کشید  
نا آشناۓ جلوہ فردشان سبر پوش  
صحرا برید و سیست کوہ د کمر درید

زی بحر بریکرانہ چہ مستانہ می رو د  
در خود بیگانہ از همسه بیگانہ می رو د

دریاۓ پُر خروش زند دشکن گذشت  
از تنگناۓ دادی د کوہ د من گذشت  
یکسان چو سیل کر دہ نشیب و فراز را  
از کاخ شاهزادہ با دہ و کشت و چین گذشت

بیتاب و تند تیز و جگر سوز و بیقرار  
در هر زمان بتازه رسید از کمن گذشت

زی بحر بیکرانه چه مستانه می رود  
در خود یگانه از همه بیگانه می رود

گوئے کی یہ نظم جس میں اس نے اسلامی تخلیل کو نہایت خوبصورت پرائے میں  
جلگدی ہے دراصل اس کے ایک مجوزہ اسلامی ڈرامے کا جزو تھی لیکن اس کی تکمیل  
نہ ہو سکی۔ اقبال نے المانی شاعر کے نازک و لطیف خیالات کو حد درجہ شلگفتہ و سادہ فارسی  
میں منتقل کر کے غیر معمولی کمال شاعرانہ کا ثبوت ہم پہنچایا ہے۔ ”رموزِ بے خودی“ کے  
آخر میں بھی ایک نہایت خوبصورت فتنیہ مکمل امداد ہے۔

اے ظہور تو شباب زندگی جلوهات تغیرِ خواب زندگی  
اے زیں از بارگاہ است ارجمند آسمان از بوسرہ با مت بلند  
شتر جہت روشن زتاب روئے تو ترک و تاجیک و غرب ہندے تو  
اڑ تو بالا پایہ ایں کائنات فخر تو سرما یہ ایں کائنات  
درجہان شیع حیات افزونتی سب دگان را خواجگی آموختی  
بے قدر از نابود مند یہا جعل پیکر ان ایں سرائے آب دگل  
تادم تو آقشے از گل کشود تو زده ہائے ناک را آدم منود  
ذرہ دامن گیر مرد ماہ شد یعنی از نیر دے خویش اگاہ شد  
تامرا افتد بر ر دیت نظر از اب دام گشته محبوب تر

ان اشعار کے بعد اقبال نے اپنے اضطراب عشق اور ملت اسلامیہ کی بدحالی کا  
ذکر بڑے دروسند لمحے میں کیا ہے۔ آخری شعروں میں بطور مناجات حضور اکرمؐ سے  
انتستِ محمدی پر نگاہ خاص کرنے کی دعا مانگی ہے۔

جَاؤيْدِ نَامَهْ میں جا بجا بڑے دلکش اور معنی خیر لغتیہ اشعار نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں فلکِ مشتری پر حلّاج و غالب اور قرۃ العین طاہرہ و زندہ روڈ کے مکالات کی صورت میں اقبال نے جو کچھ کہا ہے خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ زندہ روڈ نے نظامِ جہاں کی کشمکش کے بارے میں سوال کیا تھا۔

صَدِ جَهَانِ پَيْدَا ذَرِيْلِ فَضَاتِ هُرِ جَهَانِ رَا دُلْيَا دَبَيْسَتِ

اقبال نے غالباً کی زبان میں جواب دیا ہے

نیک بُنگر اندر میں بود و بُنود

پے پے آید جہانہا در و جود

ہر کجا ہنگامہ عالم بود

رحمت اللعائیں ہم بود

زندہ روڈ نے اس نکتے کو فاش تر الفاظ میں بیان کرنے کی گذارش کی توجہ بسیں

غالب نے کہا ہے

خلق و تقدیر و مدایت ابداست

رحمت اللعائیں انتہا است

زندہ روڈ نے اسی قسم کا سوال حلّاج سے کیا۔ اقبال نے حلّاج کی طرف سے جواب

میں کہا ہے

ہر کجا بیسی جہاں رنگ دبو

آں کے از خاکش بر دید آزو

یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست

یا ہشیز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

زندہ روڈ نے مزیدِ دساخت کے لئے سوال کیا ہے

از تو پر سم گرچہ پر سیدن خطاست  
 سر آں جو ہر کے نامش مھطفہ است  
 آدے یا جو ہرے اندر وجود  
 آنکہ آید گابے گا ہے در وجود!

اس کے جواب میں ملامہ اقبال نے حلّاج کی زبان سے جو کچھ کھلوایا ہے، توحید رسالت کے ایک نہایت نازک اور اہم پہلو کو زیر بحث لے آتا ہے۔ اس میں اقبال نے عبدؑ معبود کے رشتے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کا بیان جس حسن کاری کے ساتھ کیا ہے: ہ لفظیہ شاعری کی تاریخ میں آپ اپنی مثال بن گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معبودے کیا اور کس نوعیت کا رشتہ ہے اس سلسلے کے چند اشعار دیکھتے پائے ہے۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است  
 خوش را خود عبدہ فرمودہ است  
 عبدہ از نفسِ تم تو بالآخر است  
 زانکہ او ہم آدم دہم جو ہر است  
 جو ہر ادنے عرب نے اجم است  
 آدم است دہم ز آدم اقدم است  
 عبدہ صورت گر لقت دیرہ با  
 اندر و دیرانہ ہا تمیزیہ با  
 عبدہ ہم جا لفڑا ہم جانتاں  
 عبدہ ہم شیشہ ہم سنگ گران  
 عبد دیگر عبدہ چیزے دگر  
 ما سرا پا انتظار، اونٹنظر

عبدہ دہراست و دہرازی بہ است  
 ماہمہ زنگیم او بے زنگ و بوست  
 عبدہ با ابتدا بے انتہاست  
 عبدہ از صبح و شام ما کجاست  
 کس زیر عبدہ آگاہ نیست  
 عبدہ جز سر الائند نیست  
 لا الہ شیخ و ددم او عبدہ  
 فاش تر خواهی گو، ہو عبدہ  
 عبدہ چند و چکوں کائنات  
 عبدہ راز درون کائنات

”ار معانِ حجاز“ کے بعض قطعات بھی اقبال کی فقیہہ شاعری کے سترین اجزاء میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔ ایک قطعہ تو انھوں نے آنحضرتؐ مسیح علیہ السلام کے باب میں کچھ اس انداز سے کہا ہے کہ ہر صاحبِ دل مسلمان کو اندر سے گچھلا کے رکھ دیتا ہے۔ آپ نے یہ قطعہ ضرور سُنا ہو گا۔

ب پایاں چوں رسد ایں عالم پیر  
 شود بے پر وہ ہر پوشیدہ تقدیر  
 لکھن رسوا، حضور خواجہ نارا  
 حساب من ز پشم او نہاں گیر

اقبال کی اردو شاعری کی بھی یہی صورت ہے یعنی اساسی طور پر ان کا سارا کلام توحید و رسالت کے پاکیزہ تصورات و حکیمات نکالت کا منظر ہے لیکن رسمی انداز کی فقیہہ طبیعی یا غزلیں ان کے سیاں نہیں ملتیں۔ ہم مختلف فلکوں و مذکروں میں درجنوں

ایسے اشعار اور سخن کے مل جاتے ہیں جو اعلیٰ درجے کی نعمتیہ شاعری کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً "سالی" کے مزاس کے سلسلے کی نظم میں بعض ایسے اشعار ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کی محبت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

ذکر تعلیم اے جبریل میرے جذب مسی کی  
تن آسان عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ  
عجب کیا گرہ و پروین مرے پختہ ہو جائیں  
کہ بر فراز صاحب دولتے بسم سرخود را  
وہ دنائے بل ختم الرسل مولائے کل جس نے  
غبار راہ کو بخش فروع وادی سینا  
نگاہ جذب مسی میں وہی اول وہی آخر  
وہی قرآن وہی فرقان وہی لیں وہی طہ  
بعض جگہ غزلوں میں بھی نعت کے بلند پایہ شعر مل جاتے ہیں۔ مثلاً بال جبریل کی  
ایک غزل میں ہے ۔

خبر ملی ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے  
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردیں

اور کئی مقامات ایسے ہیں جہاں اقبال نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اپنی بات کہی ہے اور اس انداز سے کہ نعت کے سوا ان کے اشعار کو اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا  
اس مخاطبے کی ایک مثال دیکھئے ہے

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الكتاب  
گنبد آنگینہ زنگ تیرے محیط میں حباب  
عالم آب دخاک میں تیرے ظہورے فروع

ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب  
 شوکت بنجرو سلیم تیرے جلال کی ندو  
 فقرِ جنید و با یزید تیرا جمال بے نقاب  
 شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام  
 میرا قیام بھی حجاب میرا سجد بھی حجاب  
 تیری نگاہ نماز سے دفعوں مراد پا گئے  
 عقل غیاب و جستجو عشق حضور و حضراب

بیویں صدی کے اردو شعرا میں نعت گو کی حیثیت سے مولانا ظفر علی خاں کا نام  
 حالی اور اقبال کے بعد سب سے زیادہ اہم ہے۔ مولانا ظفر علی خاں سچے قسم کے سنتی ملہان  
 حکومت برطانیہ کے کثر باغی ایک تند مزاج سیاسی رہنمایا۔ ایک شعلہ پین مقرر، ایک  
 انقلاب پسندادیب ایک ہمہ گیر شاعر اور ایک سخت گیر و آزاد خیال صحافی تھے ان کی  
 تقریر ہو یا تحریر نشر ہو یا انتظام مذہبی جوش و خردش سے خالی نہ ہوتی تھی۔ بعض ناقden اس  
 جوش و خردش کے سبب ان کی شاعری اور نثر کو کچھ زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے  
 حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو یہی چیزان کی تحریروں کو زندہ رکھنے والی ہے۔ شاعری  
 میں انہوں نے زندگی کے بے شمار موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان موضوعات میں  
 سے بیشتر کا تعلق چونکہ وقتی سیاسی ہنگاموں سے ہے اس لئے ممکن ہے کہ ان کی شاعری  
 کا یہ حصہ فتنی و ادبی لحاظ سے زیادہ بلند پایہ نہ ہو لیکن مذہبی موضوعات پر انہوں نے  
 جو کچھ کہا ہے وہ ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی جوش و  
 خردش کا اظہار جس دلادیزی کے ساتھ شاعری میں ہوا ہے کسی اور صورت میں نہیں ہوا  
 غیر مذہبی موضوعات میں ان کی ملی و مذہبی جوش نے ایک طرح کی بے اعتدالی اور  
 جذبائی ناہمواری پیدا کر دی ہے لیکن مذہبی موضوعات خصوصاً نعمتیہ شاعری میں یہ جز

ان کے کلام کا حسن بن گئی ہے۔ چنانچہ دوسری تسمی کی شاعری میں یہ تو ممکن ہے کہ مولانا کی  
شہرت و عظمت کسی وقت ناقدری کا شکار ہو جائے لیکن ان کی فتحیہ شاعری کا ایک  
جزد ایسا ہے جو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور ان کے نام کو زندہ رکھے گا۔

مولانا ظفر علی خاں کے مجموعہ ہائے کلام میں متعدد فتحیہ نقیبیں ملتی ہیں۔ یہ  
نقیبیں مختلف احسابِ سخن پر محیط ہیں اور ان کا کینیوس خاصاً وسیع ہے۔ آنحضرتؐ کی  
سیرت، سوانح، داقعہ، معراج، معجزات اور شامل و اوصاف سب کو اُنھوں نے اپنے  
فتحیہ کلام میں کہیں کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں وہ اکثر جگہ کامیاب ہوئے  
ہیں۔ ان کی سب سے مشہور لفظت وہ ہے جس کا مطلع ہے ۰

وہ شمع اُجلا جس نے کیا چالیں برس تک غاروں میں  
اک روز جھلکنے والی بھی سب دنیا کے درباروں میں  
اس لفظ کے علاوہ مندرجہ ذیل مطلع کی فتحیہ غزل بھی بہت مقبول ہوئی ہے اور بڑے  
ذوق دشوق سے پڑھی اور سُنی جاتی ہے ۰

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمیں تو ہو  
ہم جس میں رہ کیاں وہ دُنیا تمیں تو ہو

صوفی شعر میں شاہ نیاز احمد بریلوی اور سیدم وارثی کی فتحیہ اویشیہ شاعری  
بھی قابل ذکر ہے۔ شاہ نیاز احمد بریلوی متوفی نسبتاً ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں اپنے وقت  
کے مشہور خدار سیدہ بزرگ سنتے ان کا سلسلہ آرج بھی قائم ہے اور اس سلسلے سے تعلق  
رکھنے والے حضرات اپنے نام کے ساتھ نیازی لکھتے ہیں۔

شاہ نیاز بریلوی کا کلام "دیوان نیاز" کے نام سے پہلے بھی کئی بار جچپ چکا ہے  
نے ۱۹۰۷ء مطابق ۱۳۸۹ھ میں اس کا ایک اڈلشیں تنظیم خدام سلسلہ نیاز یہ کراچی کی  
جانب سے بھی شائع ہو چکا ہے اس میں فارسی دارد کلام کے ساتھ ان کا ہندی کلام بھی

شامل ہے۔ شاہ نیاز کا سارا کلام عشقِ حقیقی میں ڈوبا ہوا ہے اور غزل کی صورت میں بے چند اشعار اور غزلوں کو چھپوڑ کر ان کے سارے کلام کو لغتیہ قرار دینا بظاہر صحیح نہیں علم ہوتا۔ لیکن چونکہ صوفیائے کرام نے عشقِ حقیقی کے بیان میں زیادہ تر مجازی علامتیں بے کام لیا ہے اور آنحضرتؐ کی محبوسیت کو بالعوم مجاز کے پیراءے میں نظم کیا ہے اس لئے ان کے عاشقانہ کلام کو چاروں ناچار حمد و لغت ہی سے تعبیر کرنا پڑتا ہے۔ ان کی ایک فارسی غزل بطور نمونہ ہم نے اتحاب کے حصے میں دے دی ہے

بیدم دارثی لغت گوئی کے سلسلے میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اردو کے ان لغت گو شعراء میں سے ہیں جن کا نام شعرو: ادب کے حلقة خاص سے نکل کر مجمع عام تک پہنچ گیا ہے۔ ان کی نعمتیں اور عاشقانہ نغمے لیں تو الی کی محفلوں سے لے کر عام حلبوں تک میں پڑھی اور شوق سے سُنی جاتی ہیں۔ آج سے نہیں برسوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ قبل عام کے لحاظ سے وہ اردو کے دوسرے نظیر اکبر آبادی ہیں، نظیر اکبر آبادی انسان کی خارجی زندگی اور اس کے ماجول کی ترجمانی کے سبب شہرت رکھتے ہیں۔ بیدم دارثی کو انسان کی داخلی زندگی کی عکاسی اور اس کے عشقیہ جذبات کی ترجمانی میں کمال حاصل ہے۔ نظر کے بیان جگ بیتی کا لطف ہے، بیدم دارثی نے جو کچھ کہا ہے آپ بیتی بناؤ کر کماہے اور آپ بیتی وجگ بیتی میں اثر پذیری کے لحاظ سے جو فرق ہے اس سے سمجھی دافق ہیں۔ کلام بیدم دارثی کی نہایاں ترین خصوصیت اس کا سوز دگداز ہے۔ ان کی شاعری کیا ہے ایک دیوانہ مجت کے دل کی آداز ہے۔ ایسی آواز جو سُننے والوں کو متاثر کے بغیر نہیں رہتی۔

بیدم دارثی کا مجموعہ کلام "مصحف بیدم" مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈنسٹر لامہ راس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں نعمتیں۔ سلام اور عاشقانہ غزلیں سمجھی شامل ہیں اور شاعرانہ محاسن کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بیدم دارثی کی

لغتیہ اور عاشقانہ شاعری کو بیحاط مقبولیت اہل دل کے حلقوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو ان کے مدد و حضرت دارت علی شاہ کو اپنے عمدہ کے فقراء میں حاصل تھا۔

علمائے دین میں لغت نگار کی جیشیت سے سبے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں تباریوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی، مولانا بشی، امیر منانی اور اکبر الداہدی وغیرہ کے ہمدردوں میں تھے۔ ان کی شاعری کا محور خاص آنحضرتؐ کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحب شرعیت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف لغت و سلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دلسوzi کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے لغتیہ اشعار اور سلام سیرت کے حلبوں میں نام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ان کا سلام ہے

مھضے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزم رسالت پہ لاکھوں سلام

بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک لغت بھی جس کا مطلع ہے

داد کیا جود و کرم ہے شہ بطيحا تیرا

نہیں سُنتا، ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا دیوان "حدائقِ بخشش" شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک اولین دو تین سال پہلے "مدنیہ پلینگ کپنی" کراچی سے بھی نکلا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھانی حسن رضا خاں حسن بھی صاحب دیوان شاء تھے "ذوقِ لغت" کے نام سے ان کا مجموعہ کلام ۱۳۲۶ھ میں دین محمدی پریس لاہور سے چھپا تھا اور یہی میرے سامنے ہے۔ حسن رضا خاں کارنگ بخن تقریباً

دہی ہے جو ان کے بڑے بھائی مولانا احمد رضا خاں کا ہے۔ زمینیں بھی زیادہ تر دہی جو رضا کے دیوان میں نظر آتی ہیں۔ دونوں بھائیوں کی نعمتوں میں جو چیز خاص طور پر متاثر کرتی ہے وہ سادگی و صفائی بیان کے ساتھ ساتھ ان کے جذبات عشقیہ کی وہ شدت ہے جو آنحضرتؐ سے ان کے والمانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر فرمایا کرتی ہے۔

اردو لغت گوئی میں دکن کے ایک شاعر غلام مصطفیٰ عشقی نے بھی خاصی شہرت حاصل کی ہے عشقی کے والد کا نام محمد حسین تھا۔ محمد آباد بیدر کے رہنے والے تھے اور صرف حمد و لغت میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ اور عشق الہی و حبِ رسول میں مست رہتے تھے۔ فارسی عربی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ شاعر کی حیثیت سے وہ زیادہ مشہور نہ ہو سکے لیکن لغت خواں حلقوں میں ان کا کلام سب سے مقبول رہا ہے۔ ان کے عربی سلام کے یہ اشعار آج بھی میلاد شریف کی محفلوں میں پڑتے جاتے ہیں۔

یا شفیع الوریٰ سلام علیک      یا نبی المددیٰ سلام علیک

خاتم الانبیا سلام علیک      سید الاصفیاء سلام علیک

عشقی نے حمد و لغت میں کئی چیزوں یاد گار جھپوڑی ہیں "محمد محمدی الموصوف بِ توصیفاتِ مصطفوی" جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس کے دیباچے میں خود عشقی نے لکھا ہے کہ طبعزاد اشعار کا ایک گلدرستہ موسوم بِ گلدرستہ مصطفوی معروف بِ اشعار عشقی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ فارسی کے دو دیوان ایک عشقیہ موسوم بِ اسرار الہی دوسرے دیوان نعمتیہ مخصوص بِ النوارِ مصطفوی اور اردو میں پانچ دیوان دو عشقیہ موسوم بِ الماءات غیبیٰ دوسرا موسوم بِ خیالاتِ قدسی اور دو دیوان نعمتیہ پہلا موسوم بِ محمد محمدی الموصوف بِ توصیفاتِ مصطفوی دوسرا موسوم بِ حمامِ احمدی المعروف بِ تعریفاتِ مصطفوی۔ پانچواں دیوان اردو کا موسوم بِ خزینہٗ اُخزوی ہے اور یہ آخری دیوان ہے اور ہر ایک

قصیدے کے اشعار سو اس سے اور ہر ایک غزل کے اشعار گیارہ سے کم نہیں ہیں۔"

ان کا اردو لغتیہ دیوان "محمد محمد الموصوف پر توصیفاتِ هستیقونی" مطبوعہ مطبع شمسی حیدر آباد کن ۱۳۲۲ھ خطا ہر کرتا ہے کہ عشق ایک قادر الکلام لغت گوشاخ نہیں اور جو کچھ کہتے ہے جذبات میں ڈوب کر کہتے ہے ان کی زبان سادہ اور بیان شکختہ ہے لیکن پرگوئی نے خیالات وال الفاظ دونوں میں ایسی تکرار پیدا کر دی ہے کہ جذبت و ندرت کہیں کہیں لمتی ہے۔

سید واحد علی وحید کا بھی ایک قابل ذکر لغتیہ دیوان میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ وحید کا وطن قصبه ہسوہ ضلع فتح پور تھا۔ اسی نسبت سے وہ خود کو ہسوی لکھتے ہے۔ ان کی دو عشقیہ مثنویات "مار سوزان" اور "نشیر غم" بھی شائع ہو چکی ہیں اور محاسن شعری کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہیں۔ دو اردو دیوان ایک لغتیہ اور ایک عشقیہ بھی ان کی یادگار ہیں۔ یہ ساری پیزیں الگ الگ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳۴۷ھ میں مطبع اکلیل برائی (دیوانی) سے جھپ چکی ہیں اور راقم الحروف کے پاس موجود ہیں وحید ہسوی کا استعمال ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۶ھ میں ہوا ہے۔

ان کا لغتیہ دیوان اگرچہ منقرب ہے لیکن زبان کی صفائی اور خیال کی پاکیزگی کے لحاظ سے قابل توجہ ہے اس میں قصیدے غزلیں اور مسدس شامل ہیں ایک مدد غنیمت کی مندرجہ ذیل غزل ہے

جنیم سجدہ مشتاقِ جنابے  
کرنو ہر ذرہ گرد دافتاً بے

کی تفصیلیں میں کہلے اور خوب کما ہے۔ پہلے بند میں فارسی ہی کے صبرے لگائے ہیں، باقی مضرہ اردو میں ہیں۔ غنیمت کا فارسی شعر ہر بند کے آخر میں آیا۔ مطور مثال پہلا بند دیکھئے ت

ز سوزِ عشق دارم طرذ تا بے  
 دلم شد ز اتیش، هجران کبابے  
 بعزم کعبہ ام بے خورد خوابے  
 خنیت دار می خواہم ثوابے  
 جبینم سجدہ مشتاق جنابے  
 کرزد ہر ذرا گرد آفتابے

لغتیہ مدت ایک اور بھی ہے قصیدے وہ ہیں دونوں غالباً کی زمینوں میں ہیں  
 لغتیہ غزلیں ایک سو کے لگ بھگ ہیں۔ زبان و بیان اور اصلاحی خیالات کے لحاظ  
 سے یہ ساری چیزیں مولانا حالی کے رنگ میں ہیں یعنی مبالغہ اور شکوه الفاظ کو کلام میں  
 نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ سیدھے سادے لفظیں اور پراثر انداز میں محاذ رسول کا حق ادا کرنے  
 کی کوشش کی گئی ہے۔

لغت گوئی سے وہی کی انتہا صرف مسلمانوں ہی نے نہیں غیر مسلم شعرا، نے بھی  
 کیا ہے۔ یہ سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے اور آج بھی کسی نہ کسی طور پر جاری ہے۔  
 چنانچہ پنڈت ہری چند اختر، تلوک چند محروم، عرش میانی، مہاراجہ کنشن پرنسپل، امر چند  
 قیس، منور لکھنؤی اور حنگن نامہ آزاد وغیرہ کے یہاں بعض بہت اچھی لغتیں مل باتی ہیں  
 لیکن غیر مسلم شعرا، میں لغت گوئی حیثیت سے بے ممتاز نام دلورام کو شرمی کا ہے۔  
 اب سے بہت پہلے منشی محمد الدین فوک مرحوم نے بعض ہندو شعرا کا لغتیہ کلام  
 ”اوایں تبلکہ“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ چند سال ہوتے محمد محفوظ الرحمن نے ہندو شعرا  
 اور دوبار رسول کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ یہ کتاب انہم تبلیغ الاسلام نگرام نسخ  
 لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اس کا ایک نسخہ انہم ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاس  
 میں موجود ہے اور میری نظر سے گذرا ہے۔ غیر مسلم لغت گو شعرا سے متعلق ایک اور

کتاب بعنوان "ہندو شرا کانگنی کلام" عارف پبلنگ ہاؤس لائپور سے جਪی ہے۔ اے فانی مراد آبادی نے مرتب کیا ہے۔ مشق خواجہ صاحب سے لے کر میں نے اس پر بھی نظر ڈالی ہے۔ دونوں کتابوں میں نئے پرانے درجنوں غیر مسلم نعمت گو شرا کے نام آئے ہیں اور ان کے مختصر حالات زندگی کے ساتھ منتخب اشعار بھی درج کردیے گئے ہیں۔ لیکن مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان شرا کی طرح غیر مسلم شرا کی نعمتوں کا بھی بیشتر حصہ یکسر سمجھی ہے۔ صرف دلورا کوثری ایک ایسے شاعر ہیں جنہیں حقیقی معنوں میں نعمت گو کر سکتے ہیں۔

ج. ہری دلورا کوثری ضلع حصار کے رہنے والے تھے۔ فارسی اور اردو کے ساتھ اپنی انگریزی بھی جانتے تھے۔ نعمت گوئی کو انہوں نے اپنا محبوب مشغلہ بنالیا تھا اور اسی میں کھوئے رہتے تھے۔

بتا دُل کوثری کیا شغل اپنا  
میں ہوں ہر دم شاخوانِ محمد  
کوثری نعمت گوئی کو اپنی زندگی کا حامل سمجھتے تھے اور خود کو فخر یہ اردو کا حن  
بن ثابت کہا کرتے تھے۔  
لکھیں عمر بھر کوثری ہم نے نعمتیں  
نہ کچھ اور غسم زندگانی میں رکھا  
ہے حاتَان پلا تو میں دوسرا میں  
نہیں فرق اول و ثانیہ میں رکھا  
بُنی کے ہوئے نعمت گو دو برابر  
کر دوں توں کوکھ مدح خوانی میں رکھا  
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی  
⇒ بنیم ہند: ستانی میں رکھا

چودھری دلورام کوثری نے لغت گولی میں زبان و بیان کی بڑی ہرمندیاں دکھائی ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک غیر منقوط لغتیہ دیوان بھی مرتب کیا تھا اس کے لئے کوثری کا تخلص مناسب نہ تھا اس لئے کہ اس میں حدود منقوطہ بھی شامل ہیں۔ نتیجہ اُنھوں نے کوثری کے بجائے اپنے محل نام ”دلورام“ کو بطور تخلص استعمال کیا۔ کوثری کے لغتیہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت زبان کی سادگی اور جذبات کی پاکیزگی ہے۔ ان کا کلام ہاہر کرتا ہے کہ لغت گولی ان کی ذہنی کاوش یا بعض محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے دل کی آواز اور ان کی طبع شاعرانہ کی نظری جلان گاہ بھتی اسی لئے ہر جگہ ان کی سادگی ایک طرح کی پُر کاری لئے رہتی ہے۔

مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی (ستھنہ اعتمادتائی ۱۹۲۶ء) شاعری حیثیت سے زیادہ شہرت نہیں رکھتے۔ لیکن ان کی لغتیہ شاغری قابل ذکر ہے۔ اسیر کا اصل وطن بریلی تھا۔ اقامت و سکونت بدایوں میں اختیار کر لی بھتی۔ اسی لئے اپنے نام کے ساتھ بدایونی لکھتے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں جج بیت اللہ کو گئے اور وہ ہیں ابدی خندسوگے۔ محمد ایوب قادری کا ایک تفصیلی مضمون ان کے حالات میں اپنے ۱۹۵۶ء کے العلم "میں شائع ہو چکا ہے۔ اسیر بدایونی سے متعدد مذہبی و تاریخی کتابیں یادگار ہیں۔ عاشقان رسول ہیں، تھے اور رب اچھی نعمتیں کھتے تھے۔ ان کی ایک لغتیہ مشنوی بذکر دلادت رسول بہت مقبول ہوتی ہے۔ چند اشعار اس مشنوی کے دیکھئے کیسے سادہ و دلکش ہیں۔

آمنہ کے گھر آئے وہ پیاۓ	خادم حن کے ملائک سارے
چاند وہ تکلا آج ز میں پر	نور ہے جس کا عرش بریں پر
شافعِ محشر رحمت سا لم	فخرِ ملائک ناز ششن آدم
ٹوڑ کا شعلہ عرش کا جلوہ	حُسْن مدینہ فازہ کعبہ
گل کا تبسم خندہ غنچہ	مردم دیدہ چشم تماشا

رُنگِ گلستان شمعِ شبستان	بلبل بطيحی طوطی کنفیاں
مہربنت ماهِ سالات	شانِ الہ آیہ رحمت
آج عرب کی فتحتِ حبائی	کفر کی ظلمت کو ہوں بھائی
آئے جہاں میں فخرِ دُنیا	فرشِ زمیں بے عرشِ اعظم
عرشِ جھکا سب تارے ٹوٹے	ساقیں فلک کے چھکے چھوٹے
ضنوں طشتِ زمرد لایا	نور کے پانی سے نہ لایا
حوریں کرتا ٹوپی لامیں	شقق میں یوں متناہی گامیں

اسبر بیانی کے یہ اشعار میں نے "شراءِ جہاز" صربہ امداد اسابری مطبوعہ مکتبہ شاہراہ دہلی ۱۹۶۹ء سے لئے ہیں "شراءِ جہاز" میں اردو کے ان شعرا کا ذکر کیا گیا ہے جو جہاز میں مقیم ہیں یا جن کا جہاز میں استقال ہوا ہے۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید یہ لغت گو شعرا کا تذکرہ ہو گا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ اردو کے عام شعرا کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی زیادہ تعداد یہی لوگوں کی ہے جو حقیقی معنوں میں شاعر نہ کہتے بلکہ جہاز کے قیام میں دل سبلانے کے لئے کبھی کبھی شعر و شاعری بھی کر لیا کرتے تھے لیکن بعض یہی شعرا کا ذکر بھی اس میں مل جاتا ہے جو لغت گو کی حیثیت سے قابل توبہ ہیں۔

اکبرداری میر بھٹی کا نام ان کی تائیف "میلادِ اکبر" کی وجہ سے محتاجِ تعارف ہنیں رہا، لوگ سام طور پر ان کے نام سے واقف ہیں۔ بات یہ ہے کہ مولود شہیدی کے بعد میلادِ شریف کی کتابوں میں جو قبول نام "میلادِ اکبر" کو غیرب ہوا وہ کسی دوسری کتاب کو نہ ملا۔ "میلادِ اکبر" کی تقلید میں کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن مولوی مدن والی بات کسی میں پیدا نہ ہے۔

"میلادِ اکبر" کی مشبوحت کا خاص سبب یہ ہے کہ اکبر میر بھٹی نے اپنی کتاب "میلادِ شریف" کی عام محققون کے لئے لکھی ہے اور یہ سمجھ دکر لکھی ہے کہ ان کے مخاطب خواص سے

زیادہ عوام ہیں۔ اسی لئے انہوں نے تشدید نظم دونوں میں سلاست و روانی کاحد درجہ بحیظ رکھا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی طبیعت کو لغت کے موضوع سے خاص مناسبت کے ساتھ آتی زبان دبیان پر بھی خاصی قدرت ہے اس لئے ان کی سادگی بھی ایک طرح کی پرکاری لئے ہوئے ہے۔ یہی پرکاری جو کبھی نتیجہ ہوتی ہے حسن بیان کا اور کبھی حُسنِ خیال کا، دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ غرض کہ اکبردارثی میر بھٹی بعض دوسرے میلاد نگاروں کی طرح بعض موزوں طبع نہیں ہیں بلکہ اردو کے ایک خوش فکر اور خوش مذاق شاعر ہیں۔ ان کی خوش فکری اور خوش ذوقی کی اصل جو لانگاہِ لغت کا موضوع ہے۔ اس موضوع سے انہیں گرالگاؤ ہے۔ ایسا لگاڈ جو انہیں شعر گوئی پر مجبور بھی کرتا ہے اور ان کے کلام میں حسن و تاثیر کے زندگ بھی بھروسہ ہے۔

اکبر: ارثی میر بھٹی صاحب دیوان شاعر ہیں اور لغت میں انہوں نے بہت کچھ کہا، لیکن انہوں کہ ان کا مجموعہ کلام مجھے بیکھنے کو نہ مل سکا۔ ”میلاد اکبر“ میں البتہ جا بجا ان کی لغتیہ غزلیں تقطیع اور قصائد درج ہیں ان کی مدد کے کما جا سکتا ہے کہ اکبردارثی رسمی معنوں میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں لغت گو شاعر ہیں ان کی شاغری کی بنیاد تفہیم و تکلف پر نہیں بلکہ جذبے کی سچائی اور احساس کی پاکیزگی پر ہے۔ مثال کے طور پر ان کی لغتیہ غزلوں کے چند اشعار دیکھئے کیسے خوبصورت اور پاکیزہ ہیں:-

جو خیال آیا تو خواب میں دہ جمال اپنا دکھا گئے  
وہ مہک لہک بختی بابس میں کہ مکان سارا بگئے  
کمیں حُسن بن کے قبول میں کمیں زندگ بن کے دہ پھول میں  
کمیں نور بن کے رسول میں دہ کمال اپنا دکھا گئے

ثانی ترا کو نین کی کشور میں نہیں ہے  
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے

ہو کیوں نہ خدائی کو گدائی کی مت  
کیا چیز ہے جوان کے مجرے گھر من نہیں ہے

تعظیم سے لیتا ہے خدا نام محمد  
کیا نام ہے اے صبل علی نا محمد  
اللہ کرے اس پر حرام آشیں دوزخ  
جس شخص کے ہر دل پر لکھا نام محمد

اس قسم کی فتحیہ غربیوں کے ملا و داکب روارتی کی دہ نظمیں بھی قابل توجہ ہیں جن کا تعلق  
آنحضرت کی زندگی کے بعض اجزاء اور واقعات سے ہے ان نظموں میں بھی انہوں نے اپنے  
رنگ تغزل کو برقرار کھا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جو کچھ کہا ہے غزل ہی کے پیرائے  
میں کہا ہے ان کی اس قسم کی نظموں میں ایک کامیاب نظم ہے جس کا پلا شرہ ہے ۵  
آمدِ حصطفے سے ہے پھول لا کھللا چمن چمن چمن  
آئی بمار ہر طرف کھلنے لگا چمن چمن

یہ نظم آنحضرت کی پیدائش کے موقع کے لئے بطبیر تعمیت کہی گئی ہے اور عذبات  
مرست میں اس طرح ڈوبی ہوئی ہے کہ ساری کائنات کی سرخوشی کا مرقع بن گئی ہے۔  
دوسری قابل ذکر نظم وہ ہے جس میں انہوں نے آسمان اور زمین کا مکالمہ نظم کیا ہے۔  
تیسرا قابل مطالعہ نظم وہ ہے جس کا تعلق واقعہ مراج ہے۔ یہ نظم تسبید کے  
روض میں ہے اور خاصی طویل ہے۔ اس میں شاعر نے مراج کی رات کا حال بڑے  
والہانہ انداز سے نظر کیا ہے۔ وہ ان کا سلام ہے اور جس کا آغاز اس طور پر ہوتا ہے نہ  
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک  
یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

فخرِ آدم فخرِ حوا فخرِ نوح و فخرِ بحیی

فخرِ ابراہیم و موسیٰ فخرِ اسماعیل و عیسیٰ

یہ اردو کا محبوب ترین سلام ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گی نہ رُنگی۔ پاک و بند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو جس کے کان اس سے آشناز ہوں۔ درود سلام کے عنوان سے اردو میں درجنوں تطبیں لکھی گئی ہیں۔ خود اکبرداری کے سلام کی تعلیریں سیکڑوں سلام منظر عام پر آئے ہیں لیکن سادگی و سفافی اثر و تاثیر اور قبولِ عالم کے حافظ سے کوئی بھی اکبر کے کلام کو نہیں مہیچا۔

اقبال سیلِ عظیم گرامضی نے بھی اردو فارسی دونوں میں بہت اچھی نعتیں کی ہیں۔  
لغتِ گوئی سے انھیں شروع سے دلچسپی سمجھی اور بہت کم مری میں انھوں نے کا تھا کہ

عندلیبِ گلشنِ فردوس، ستم حامدَا

درجِ خوانیِ نبی کاراست و طوبیِ جائے مکن

اس شعر میں انھوں نے اپنا تخلص سیل کے بجائے حامد استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کا بچپن کا نام ابو منظفر حامد تھا۔ اس سے بھی پہلے کا دلیعہ ہے کہ ان کے والد کسی بات سے متفرکر نہیں اور اپنے کمرے میں افسرده بیٹھے تھے۔ برہتہ ان کی زبان پر یہ مصرعہ آیا ہے

ترحم علیٰ حالیا یا الٰی

اقبال سیل پاس میٹھے تھے۔ مصرعِ سُن کر فوراً دوسرا مصرع لگایا ہے

طفیل جناب سالت پناہی

ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیل کو لغت اور لغت کے منسوب طبعی دلچسپی

حق اور اسی لئے وہ جو کچھ کہتے تھے اس میں آردو سے زیادہ آمد کا زنگ غالب رہتا  
ہے۔ ان کے بعض نعتیہ قصائد ایسے ہیں جو خیال آفرینی اور بیان کی شیرینی کے لحاظ  
سے فارسی قصیدہ نگاروں کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ ان قصائد میں اگرچہ بہاریہ اور  
خاشقانہ تشبیہیں شامل ہیں لیکن ایسی شاستری اور تمذیبی ممتازت کے ساتھ کرنعت کے  
باب میں کمیں بھی سوئے ادب کا سوال پیدا نہیں ہونے پایا۔ ایک نعتیہ قصیدے کے  
چڑرا بڑا اشعار دیکھئے کیے خوبصورت اور پاکیزہ ہیں ۵

سرشتِ حنْ تغافل، مزاوج عشق غیور

وہ اتفاقات سے ہم انجام سے ہیں مخدود

کسی کے فیضِ تصور سے ہو گیا بے خود

مرا خرابہ دل گنج حُنْ سے مسمو

عجیب چیز ہے سوزِ عنیمِ محبت بھی

ہر آبلے میں ہے تاثیرِ مرہبم کا فور

شرابِ حُنْ کا نشہ ہے بے قراری عشق

مناں عشق کا ثمرہ ہے زخم کا انگور

وہ زخم جس سے نلگفتہ بہار کوں دملکاں

وہ سوزِ جس سے چراغاں سوادِ عالم لوز

ان نعتیہ قصیدوں میں اقبال سیل نے آنحضرت کی سیرت و صورت اور واقعات

حالات کو بعض جگہ بڑی تفصیل سے جگہ دی ہے لیکن یہ تفصیل روکھی بھیکی یا بے جان

نہیں ہے۔ انہوں نے منظر کشی اور واقعہ نگاری میں ایسے کمالاتِ شاعرانہ کا منظا ہرہ

کیا ہے کہ مناظرِ فطرت اور واقعاتِ اصلی کا زنگ ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ مثال کے

طور پر ایک قصیدے کے چند منظریہ اشعار دیکھئے ۶

کرے تارِ شعاعی لا کھا اپنی سعیِ اسکانی  
 رفوہوتا نہیں ہے صح کا چاکِ گریبانی  
 وہی سمجھیں گے جو واقع ہیں اسرارِ محبت سے  
 کہ بیکاں جاں گل ہے ذوقِ دصل درِ بھرائی  
 ادھر بزرے کا جاگ اٹھنا خمارِ خوابِ نوشیں سے  
 اُدھر باد بحر سے زلفِ سُنبُل کی پریشانی  
 صبا کے گنگانے سے ادھر کلیوں کا ہنس دینا  
 اُدھر شنبم سے بچولوں کی عرقَ الودہ پیشانی  
 بجا ہے صحِ دم گر چشمِ نرگس ہے خسار آلو  
 چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگرانی  
 رگِ گل نے بچھار کھا ہے ہر سو دامِ نظارہ  
 عرش ہے گر کرے مرغِ نگر سعیِ پرافشانی  
 ان اشعار میں قدرِ تی مناظر کی تصویرِ جس خوبصورتی سے کھینچی گئی ہے وہ فارسی  
 فضائی کے سوا اردو میں بہت کم نظر آتی ہے۔ ایسی دلاؤیز تصویر میں اقبال سیل کے  
 نعمتیہ و قصیدوں میں اکثر ملتی ہیں لیکن ان کے قصائد میں سب سے مشوراً و معرکہ اتفاقیہ  
 ہے جس کا مطلع ہے ۵

احمد مرسل فخرِ دو عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم  
 منظہراً اول مرسلِ خاتمِ صلی اللہ علیہ وسلم

عبدِ حاضر کے لکھنؤی شعرا میں زائرِ حرم جمید صدیقی لکھنؤی اور بہزاد لکھنؤی نے  
 نعتِ گوئی میں خاص شہرت حاصل کی۔ دونوں زیارتِ حر میں سے پہلے سمجھی حبِ رسولؐ سے  
 سرشار رہتے۔ لیکن زیارت کے بعد تو عشقِ رسولؐ میں ان کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا جمیل کھنؤی

اپنے مجموعہ کلام "گلباںگ حرم" مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اب مجھے سوائے ذکرِ حبیب اور کوئی سفتِ شاعری محبوب نہیں۔ میں اس رنگ میں ایسا کھو ہوں کہ یادِ مدینہ درسل اکرمؐ کے علاوہ کوئی اور تذکرہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ دیازیب کا تصویر، دہان کے مناظر اور دہنی لیل و نمار اور اشغال واڑ کاردل و دماغ میں اس طرح پیوست ہو گئے، میں کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، ستاہوں تو وہی لفظ اور خیال آتا ہے تو اسی فضائے پاک کا، اس لئے اک ذرا اشارہ اور ایک معقولی سی تحریک مجبو کو اسی عالم میں بینجا دیتی ہے جو میرا منتہ نعمت نظر بے اور دہی کیغئیں اشعار کا جامد پین کر میرے دلی جذبات کی ترجیحی کرتی رہتی ہیں۔

غرضکرد زیارتِ کعبۃ اللہ کے بعد غزل گوئی ترک کر کے حمید صدیقی نے اپنی ساری توجہ لغت گوئی پر صرف کی ہے تاہم ان کی نعمتیں غزل کے دھیمے اور شکفتے لمحے سے الگ نہیں ہونے پاتیں۔ آنحضرت کی محبوبیت اور اس سے اپنی عقیدت کا اٹھانا انہوں نے ایسے انداز میں کہا ہے کہ ان کی نعمتیں عاشقانہ غربیں بن گئی ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ انہوں نے مقامِ محمدی کو نہ بھایا ہو یا اس کی حدود سے کہیں تجاوز کیا ہو۔ ایسا نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے رسالے کی منصب کے عین مطابق کہا ہے واقعہ یہ ہے کہ نعمت میں اثر آفرینی کا عنصر صرف آنحضرت کے شامل راوی صاف کے بیان سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لئے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے والہانہ محبت کا ثبوت بھی دینا پڑتا ہے۔ حمید صدیقی لکھتو ہی کی نعمتیہ شاعری میں اک محبت کا ثبوت قدم قدم پر ملتا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں رسمًا نہیں کہہ رہے دل کی مجبوری سے کہہ رہے ہیں۔ سوچ کمجھ کر ذہن کی مدد سے نہیں، برہستہ اور بے ساختہ کہہ رہے ہیں۔ میتعہ ان کے سیاں آمد ہی آمد ہے، اور دکا دُور دُور تک پتہ نہیں ہے۔ کلام میں چہاری زیادہ نہ سی لیکن گیرائی و شکفتگی دبی ہے جس کے ذریعے جگر مراد آبادی کی غربیں بھایا جاتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ حمید صدیقی کی نعمتیہ

غزلیں بھی زیادہ تر جگر مراد آبادی کی زمینوں میں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاج صفویؒ کے بیان مستقل رہنے کے سبب حضرت جگر مراد آبادی کی صحبت و شاعری سے اُخیر نے بہت گرا اثر قبول کیا ہے۔ چنانچہ ان کی لفظ گوئی بمحاذہ بان و بیان اور سرد و مستقی جگر کے نگ نظر سے بہت قریب ہو گئی ہے۔

حمدیہ صدقی کا مطبوعہ کلام مکتبہ جامعہ دہلی سے ۱۳۶۵ھ میں "گلستان گرام" کے نام سے دوسری بار طبع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے اور عام طور پر دستیاب ہے جنید لکھنؤی کا انسقال چند سال ہوئے لکھنؤ میں ہوا ہے۔

بہزاد لکھنؤی کا لفظیہ نگ، بیت وستی کے لحاظ سے حمید لکھنؤی کے رنگ سخن سے بہت متأجلا ہے جگر کی غزل کا والہانہ پن اور مستانہ لب والجہ بہزاد لکھنؤی کی لفظ میں بھی صاف نظر آتا ہے۔ چھوٹی بھروسی میں بہزاد کا انداز لفظ گوئی کچھ اور نکھر جاتا ہے۔ ان کے پڑھنے کا بھی ایک خاص ڈھب ہے۔ لفظ پڑھنے وقت وہ خود بھی کیف و سردر میں ڈوب جاتے ہیں اور وسروں پر بھی وہی کیفیت طاری کر دیتے ہیں ان کا لفظیہ مجموعہ کلام "لغۂ روح" کے نام سے کراچی سے شائع ہو چکا ہے اور دستیاب ہے۔

پاکستان کے موجودہ شعراء میں حفیظ جالندھری، مولانا قینیار القادری بدایونی میلانا میر القادری۔ محشر رسول نگری، عبد الغفرنی خالد، حافظ لدھیانوی، عظیم چشتی عبد الکریم شیرا اور حفیظ تائب کے نام لفظ گوئی کا ذکر آتے ہی خود بخود ذہن میں اُبھر آتے ہیں۔ حفیظ جالندھری اردو کے ممتاز ترین شاعروں میں سے ہیں۔ لفظ کے بنیاد سے متعلق ان کا سب سے اہم شعری کارنامہ "شاہنامہ اسلام" ہے۔ شاہنامہ اسلام کے موضوع پر اردو کے بعض دوسرے شعراء نے بھی لطیور خاص توجہ دی ہے۔ "چنانچہ جنگ نامہ اسلام" کے نام سے معروف دیگر معروف شاعروں کی متعدد مطبوعہ وغیر

مطبوعہ تالیفات موجود ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ان میں سے بعض شعری محسن  
بھی رکھتی ہیں۔ میرے قدیم دھن فتح پورہ میں ایک قادر الکلام شاعر محمد ابراہیم ہندی  
بنتے۔ اردو فارسی دونوں میں شعر کرتے تھے اور فکر و فن کے پورے لوازم کے ساتھ کرتے  
تھے۔ مرحوم نے تاریخ اسلام کو شاہنامہ ہندی کے نام سے نظر کیا تھا۔ میں نے ان کو  
پڑھتے ہوئے بھی بارہا سنا ہے اور ان کے شاہنامہ کا مسودہ بھی دیکھا ہے۔ کمالاتِ  
شعری کا بہت اچھا نمونہ ہے لیکن افسوس کہ طباعت کی نوبت نہ آئی۔ معلوم نہیں کہ اس  
کا مسودہ ان کے عزیز دل کے پاس محفوظ ہے یا ضائع ہو گیا۔ تاریخ اسلام ہی کے  
موضع پر ایک قابل ذکر منظوم تالیف "جنگ نامہ اسلام" منتظر حین منظور کی ہے۔  
یہ مطبوعہ ہے۔ پاکستان کے مختلف حلقوں میں یک گونہ مقبول بھی ہوئی ہے۔ چند سال  
ہوئے سید منیر علی جعفری کی تصنیف تاریخ اسلام منظوم بھی منتظر عام پر آئی ہے۔ اس کی  
دو جلدیں میری نظر سے گذری ہیں، پہلی عمدہ رسالت سے متعلق ہے دوسری عمدہ خلافت  
سے۔ اس طرح کی اور بھی کتابیں ہوں گی جن کا مجھے علم نہیں۔ ان ساری کتابوں سے  
آن کے مصنفین کی قدرتِ شاعرانہ کا اندازہ ہوتا ہے اور اس سے انکار نہیں کہ بعض اجزاء  
ذیان و بیان کے لحاظ سے بڑے پاکیزہ ہیں لیکن یہ حیثیتِ مجموعی فکر و فن کی جو رعنائیاں  
حیثیتِ جالندھری کے شاہنامہ اسلام میں نظر آتی ہیں وہ دوسریں کے یہاں کم ہیں۔ یہی  
وجہ ہے کہ جو قبول عام حفیظ کی نظر کو نصیب ہوا وہ کسی اور کو میرزا نہ آیا۔

"شاہنامہ اسلام" کی پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں پہلی بار چھپی تھی اس میں آنحضرتؐ کی  
پیدائش سے قبل کی آیاتِ اسلامی سے لے کر بحیرتِ نبوی تک کے حالات میں دوسری  
جلد اول اول ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی یہ معرکہ بدر سے لے کر معرکہ اُحد کی تیاریوں تک کے  
واقعات پر مشتمل ہے۔ تیسرا جلد معرکہ اُحد کے واقعات سے لے کر اُس کے اثرات و  
نتائج کی تفصیل پر ختم ہوتی ہے۔ یہ جلد پہلی دفعہ غالباً ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی تھی اس کا

چیختا ایڈیشن القرآن لمبید کشمیری بازار لاہور سے ۱۹۳۸ء میں نکلا تھا۔ شاہنامے کی چوتھی جلد شہدائے احمد کے حالات سے لے کر جگہ احزاب کے خاتمے تک کے واقعات پر محیط ہے۔ یہ پہلی یار ۱۹۳۶ء میں القرآن لمبید لاہور سے چھپی ہے۔ شاہنامے کی پہلی تین جلدیوں میں سرشنیخ عبدال قادر کے جامع مقدمات بھی شامل ہیں۔ آخری جلد میں صرف مصنف کا دیباچہ ہے۔

ابتداً حفیظ کے شاہنامہ اسلام پر عجیب عجیب اعتراضات اٹھائے گئے۔ کسی نے طرزِ کماکار ع

اسلام کو شاہی سے تعلق کیا ہے

کسی نے کہا حفیظ نے فردوسی کو منہ چڑایا ہے، کسی نے کہا اس کی جلد اول میں مذہبی بادشاہوں کا حال درج ہے۔ آگے چل کر دنیادی بادشاہوں کے تذکرے ہوتے لیکن سرشنیخ عبدال قادر مرحوم نے ان سب کے جواب میں بہت صحیح لکھا ہے کہ ”سینا اسلام“ شاہزادی بھی سمجھتے اور شاہ دنیا بھی اور یہی حال علفاء راشدین کا تھا۔ پس انھیں شاہ کہنا اور ان کے حالات کا نام شاہنامہ رکھنا یعنی میزدہ نہیں ہے، رہ گیا فردوسی سے ہمسری کا دعویٰ سوا اس کے جواب میں خود حفیظ کے دو اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جن سے فردوسی کے سامنے ان کے انکسار اور اسلام سے اُن کے گھر لگاؤ کا اظہا ہوتا ہے۔

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ

مندا تو فیض دے تو میں کردن ایگاں کو زندہ

تعابِ کاروں دعویٰ یہ طاقت کے کہاں میری

تخیلِ میراناتس ناکمل بے زبان میری

زبانِ بیلوی کی تم زبانی ہونہیں سکتی

ابھی اردو میں پیدا وہ روایتی ہو سیں گکتی

کہاں ہے اب وہ دو ریغز نوی کی فارغ اپالی

خدمی نے دبار کھی ہے میری تھت نالی

واقعہ یہ ہے کہ حفیظ نے تاریخ اسلام کو جس دلیلیت اور جوشِ محبت کے ساتھ نظم کیا ہے اردو میں کسی اور کے بیان اس کی مثال نہیں ملتی اُنھوں نے اردو کو "شاہنامہ اسلام" کے نام سے ایک ایسی طولی اور پاکیزہ نظم دیدی ہے جس سے اردو کا دامن اب تک خالی تھا۔ بھرہ زخم میں بصورتِ مشنوی یہ ایک طولی مذہبی نظم ہے جو اپنے اندر جا بجا غیر ممولی شاعر از محاسنِ رکھتی ہے اور عام و خاص دونوں میں مقبول ہے۔ "شاہنامہ اسلام" کا ایک نمایاں صفت یہ ہے کہ حفیظ نے اس کے سارے اجزاء کو بڑی اُمنگوں اور بڑے دلوں کے ساتھ مدد و جہاد صاف سمجھ ری زبان اور دل اور یہ لمحہ میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔

تمہارے اس کے بہت سے ملکرٹے نہایت خوبصورت اور پُرز و در پُرا تر تاثیری کام نونہ بن گئے ہیں دوسری خاص بات یہ ہے کہ حفیظ نے اصل و اقتات سے تباہ و زنیں کیا بلکہ یہ دو روایت صحیح کے مدد و میں رہے ہیں ان کے شاہنامہ اسلام کے حاشیائی متوث بتاتے ہیں کہ اُنھوں نے جو کچھ کہا ہے زیادہ تر قرآن و حدیث ہی کو رہنمایا کر کر کہا ہے۔ حفیظ کو مل یہ ہے کہ اُنھیں نے اصل و اقتات کو سخ کے بغیر ان میں شاعری کا جادو جگایا ہے۔

جیسا کہ اب پر عرض کیا جا چکا ہے کہ شاہنامہ اسلام "حقائق" کا منظر ہونے کے باوجود صفتِ شعری محاسن سے خالی نہیں ہے۔ اس میں جا بجا بست خوبصورت ملکرٹے مل جائے ہیں اور حفیظ کو ایک ایسا بلند پایہ شاعر ثابت کرتے ہیں جیسے نہ مدنی میں قصور کیشی اور مناظر و جذبات کی قصوری دونوں پر بیکاں قدرت حاصل ہے اس سلسلے میں پہلی بدل کے زد اشعار خاص طور پر قابل توجہ ہیں جن میں حفیظ نے آنحضرتؐ کے دُبیں میں تشریف لانے سے چند ساعت قبل کا منظر پیش کیا ہے چند شعر لکھئے ہے

یکس کی حستجو میں مہر عالم تاب پھر تاہفا

ازل کے روزے بیتاب تھا بے خواب پھر آتھا

یکس کی آرزو میں چاند نے سختی سی برسوں

زمیں پر پایا نہیں بر باد د آوارہ رہی برسوں

یکس کے شوق میں سپتھر اگئیں انکھیں ستاروں کی

زمیں کو تکے تکے اگئیں انکھیں ستاروں کی

کر دڑوں نگتیں کس کے لئے ایام نے بدیں

پیاپے کر دہیں کس دھن میں صبح دشام نے بدیں

یکس کے داسٹے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا

گوارا کر لیا پھولوں نے پامال حسراں ہوتا

یہ سب کچھ ہور ہاتھا ایک ہی اُمید کی خاطر

یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبح غیریکی خاطر

ان اشعار کے بعد آنحضرتؐ کی بعثت کے سلسلے میں انجیا ملیسم السلام کی دعاوں اور

آسمانی تھیغتوں میں اشارتِ نبویؐ کا سایت خو صبورت ذکر ہے۔ بعد ازاں حصنوں کی ولادت

کا بیان ہے اور اس کا آخری حصہ سلام کے عنوان سے وہ مکدا ہے جس کا پلا شعر ہے

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سُجھانی

سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوح اتنی

ولادت اور سلام سے تعلق سارے اشعار جذبِ ذات اثریں ڈوبے ہوئے ہیں اور

مقبول نام و خاص ہیں۔

دوسری دفعہ میں آنحضرتؐ کی سیرت و صورت کا بیان متعدد عنوانوں کے تحت

آیا ہے اس وہ رسول اور اخلاقِ نبیؐ کا تذکرہ مختلف داقعات کے تعلق سے جلد جلد آیا

ہے لیکن معرکہ بدر کے سلسلے میں حضور اکرمؐ کی شبِ بیداری لشکرِ اسلام کے درد دکے وقت  
صحرا کی دعا، عرضہ کا رزار میں آنحضرتؐ کی شرکت، اسیرانِ جنگ کے بارے میں آنحضرتؐ کا  
ارشاد، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت اور ان کا جمیز، مسجد بنوی میں مجلس شوریٰ اور  
آنحضرتؐ کا خطبہ اور حجت الل تعالیٰ میں بابِ جہاد میں دعیہ ایسے عنوانات ہیں جن کے  
شاعرانہ بیان میں حفظِ حدود رجہ کا میاب ہوتے ہیں۔ صرف صحرا کی دعا کے چند اشعار  
دیکھئے۔ پس منظر یہ ہے کہ بدر کے میدان میں آنحضرتؐ کے ساتھ اسلامی لشکر آکر کھڑا ہوا  
ہے اور صحرا اپنی بے بُغناعی پر شرمسار ہو رہا ہے سہ

یقتنہ لبِ جماعتِ حبِ بیان پر زک گئی آکر

دعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیل لکھ

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا!

کہ تیر اساقی کو نہ بیان تشریف لائے گا

اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی

مرے دل کی کدورت خود بخوبی مدد و مجاہد

خبر کیا تھی بیان تیرے نمازی آکے ٹھہریں گے

شہید امام فرمائیں گے غازی آکے ٹھہریں گے

خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو

بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو

خبر جو ت تو میں شنبم کے قطرے جمع کر رکھتا

چھپا کر ایک گوشے میں مصننا حوضِ سبیر رکھتا

وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا!

میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرتؐ سے بُجھا لیتا

مرے سر پر سے گذر اندر کے طوفان کا پانی  
 تارف ہے کہ مجھے ہو گئی اُس وقت نادانی  
 اگر کرتا ہیں اس پانی کی مخورٹی سی نگہ داری  
 تو بوبات امری آنکھوں سے جسموں کی طرح جاری  
 یہ سڑاٹ دو گھوڑے ہیا ہی راب بوباتے  
 مجاہد بھی دخوا کرتے نہ اتنے غسل فرماتے  
 حضورِ ساقی کو شرمنی کچھ لارج رہ جاتی  
 مری خوتت مری شرم عقیدت آج رہ جاتی  
 ترے محبوب کے پیارے قدم اڑناک پر لے  
 اللہ حکم دے سورج کو اب آتش نہ برمائے  
 اگر اب یہرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی  
 تو مجھ کو رحمت اللعائیں سے شرم آئے گی  
 جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ صرباں کر  
 عطا بسر و سوان کے لئے مخورٹا پانی کر  
 براۓ پندر ساخت ابر باراں بچھے دے یارب  
 بماراں بیکھ دے یارب بہاراں بھیج دے یارب  
 سحراء دنایا ہوتی ہے اتفاقاً بادل گھتر کر آتا ہے اور دامن شحر کو سیراب کر دیتا ہے۔  
 شاخ از جن کا رسی اور فتنی مالا است کے لیے ہی نویں جلد سوم اور جلد تیاریم یہ کثر  
 جملہ بات ہیں۔ ہر زیندا یا پاروں جلد وں کا بیشتر دعائیں ایسے ہیں جن میں آنکھ فرشتی  
 نہ ہو۔ سرت، احسنات، اقوال، اعمال، اور اہمانت ہی زیر بحث آتے ہیں اور اس  
 کا ایسے دوہرے تسبیح کا جزو بن جاتے ہیں لیکن غبیظ نے ہر تبلیغیں باقاعدات

الگ ہو کر براہ راست آنحضرتؐ کی صبح میں بھی اشعار کئے ہیں اور خود کو ایک بلند پایہ نعت نگار شاہست کیا ہے ہم نے ان کے نعتیہ کلام کے بعض اجزاء منتخبات کے حصے میں درج کر دیئے ہیں۔

مولانا محمد یعقوب حسین صاحب فیض القادری بدایونی کا شمار پاک و ہند کے ان مشاہیر شعرا اور لغت لکھنے والوں میں ہوتا ہے جن کا رنگ مخصوص ہے۔ ان کی نعمتوں کا ایک ایک شعر عزت د تو قیر سر کار سید ابراہ کا آمینہ دار اور علمی و عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان کا انتقال چند بھی برس ہوتے کرایچی میں ہوا۔ ان کی ساری زندگی سن شعور سے دفات تک لغت و مناقب میں گذری، اسی لئے انھیں لسان الحسان کہا جاتا تھا۔ مولانا کا دیوان "تجلیات لغت" کے نام سے محرم ۱۳۶۹ھ میں دفتر سالہ آستانہ دہلی نے شائع کیا اور ان سلاموں کا مجموعہ جو زائرین گنبد خضرانے یا خود مولانے دربار حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کئے "نغمہ ہائے بارک" کے تاریخی نام سے سفر ۱۳۶۹ھ میں کرایچی سے شائع ہوا۔ مولانا کا منتظم سفرنامہ مجاز بھی تازگی بخش ایکان ہے۔

ماہر الفقاد و اکو دین سے شفعت اپنے گھر سے درٹے میں بھی ملا ہے۔ اور محنت و مطالعہ سے بھی انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ شاعری میں انھیں کئی تلمذ سنیں ہے اُنھوں نے اپنی شاخوانہ اور ادبی حیثیت خود آپ بنائی ہے۔ باس ہمسہ دین سے گھرے لگاؤ اور طبیعت کی لیکھانی کے سبب آخر انسوں نے اقبال کا خاص اثر قبول کیا ہے ان کی کئی ایسی ملی نظریں ہیں جن میں وہی حجازی لے کام کر رہی ہے جو اقبال کا طریقہ امتیاز ہے مثلًا ان کی دہ غزل نمائی حبس کا مطلع ہے۔

وہی عقل کی پرستش وہی حوصلہ کی خاسی

نہ دہ جراتِ کلیسی نہ دہ ذوقِ قریبِ کلامی

یا مولانا کی دہ غزل حبس کا پہلا شعر ہے۔

اب جوشِ اضطراب کے سامان نہیں ہے  
 ساحل کو ہے گلہ کوہ طوفان نہیں رہے  
 دونوں عربیں پُرپوز ہیں اور ملت کے جذبہ غنواری میں ڈوبی ہیں اور علامہ  
 اقبال کے زندگی میں ہیں۔

ماہر القادری نے بھی رسمی انداز کی نعمتیں زیادہ نہیں کیں لیکن ان کی نظموں  
 اور غزلوں کے بعض اشعار کا رُخ دین کے توسط سے اکثر نعمت ہی کے موسموں کی طرف  
 رہتا ہے۔ دینی نظموں میں ان کی ایک نظم جسے غزل طور کرنا چاہئے "قرآن کی فرمادی کے  
 عنوان سے بہت مقبول ہر لی ہے۔ قرآن پاک آنحضرتؐ کا معجزہ بھی ہے اور خالقؐ کل  
 کی طرف سے صحیفہ نعمت بھی۔ اس اعتبار سے قرآن کی تعریف یا اس کی عظمت کا اظہار  
 حقیقتہ اس ذات گرامی سے اپنی محبت و عقیدت کا با واسطہ اظہار ہے جس پر قرآن پاک  
 نازل ہوا ہے۔ "قرآن کی فرمادی" میں شاغرنے بات تو سرت اس قدر کمی ہے کہ دہ کتاب  
 میں "جو قوم کی ہدایت درہ نہایت کے لے آئی تھی دہ بدستمی سے آج سرف طاقوں اور  
 جزوں کی زینت بے لیکن یہ بات ایسی ترٹ ایسی درمندی اور ایسے پُر درد پر پڑنے  
 لمحے میں کمی گئی بے کہ دہ نعمتیہ شاعری کا ایک دلکش جزو بن گئی ہے۔

یوں تو نعمت کے موسموں پر ماہر القادری نے بہت کچھ کہا ہے اور ان کی کتاب  
 "ذکر حبیل" میں کئی اچھی نعمتیں شامل ہیں۔ لیکن زیادہ تر ان کے دہ ہی نعمتیہ اشعار میں اپنی  
 طرف کھینچتے ہیں جن میں خیالات کا اظہار غزل کے پریاء میں کیا گیا ہے ان کی ایک  
 نعمتیہ غزل کے چند اشعار دیکھئے۔

کیا مدینے سے بھی پیغام کوئی لائی ہے  
 یا نیم سحری یوں ہی پلی آئی ہے  
 راقعہ یہ ہے کہ یادِ رُخ جاناں کے بغیر

زندگی کیا ہے مسلسل شب تناہی ہے  
آپ سے پہلے زخوش بھی نرعنائی تھی  
آپ آئے ہیں تو دنیا میں بیار آئی ہے

یہ اشعار ہر چند کائن حضرت کی مرح میں ہیں لیکن ان میں نام مدح و مدعا و فضائل کی لفظی صناعی اور زبان دبیان کا بے جا جوش و خروش نہیں ہے نہایت نرم و لطیف سادہ و شیریں اور متغیر لاملاجع ہیں جذبات محبت کا انعام کر دیا گیا ہے۔ یہ لمحہ پُر خروش اور تنہ دنیز نہیں بلکہ غزل کی طرح دھیما اور سبک ہے۔ اسی لئے دل پراٹر کے بغیر نہیں رہتا لیکن نغمت گول میں ماہر کو جو شرست ساصل ہے اس میں ان کی اس قسم کی نعمتیہ غزلوں کا آتا ہاتھ نہیں ہے بتا اس نعمتیہ نظم کا ہے جو ماہر نے آج سے برسوں پہلے "حدیث قدسی" کے نام سے کی تھی۔ یہ نظم مجاز موصوع آنحضرت کی دلادت با سعادت سے تعلق رکھتی ہے اور بطور سلام کی گئی ہے۔ ڈاون یہ ہے کہ یہ نظم اردو کی نعمتیہ شاعری میں ایک نعمتی افناہ ہے اس قسم کی حوصلہ بورت اور پراٹر نعمتیہ نظمیں اردو میں زیادہ نہیں ہیں۔

محشر رسول نگری نے بھروسہ نغمت گول کی طرف بطور خاص توجہ دی ہے ان کی نعمتیہ غزلیں رسائل و اخبارات ہر تجھی سے ہی ہیں اور دینی یا پاکستان سے بھی نشر ہوتی ہیں۔ نعمتیہ غزلوں سے قطع نظر احمدیوں نے مدرس کی صورت میں ایک ایسی تخلیق نعمتیہ نظم اردو کو دیدی ہے کہ اردو نغمت گول ای تاریخ میں ان کا نام کبھی نظر انداز نہیں کیا بسا کتا۔

محشر رسول نگری کی یہ طویل نظم و دو جلدیں میں "خر کوئین" کے نام سے شائع ہو کر قبول نام حاصل کر چکی ہے۔ پہلی جلد ۱۹۶۱ء میں اردو و سرف ۱۹۶۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ اس طویل نظم میں محشر رسول نگری نے آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کو موصوع سنتن بنایا ہے۔ پہلی جلد میں صبور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور ابتدائی زندگی سے لے کر مقام نبوت اور تبلیغ اسلام تک کے ابتدائی مرسلوں کا ذکر ہے۔ دوسری

جلد حضورؐ کی زندگی کے باقی سارے اہم ہپلوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے ہے اور فتح خبر کے واقعات اور ان کے نتائج دائرات پر ختم ہو جاتی ہے۔

محشر رسولؐ نگری کا طویل مدرس "فحیر کوین" اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے جس میں اسلام کی پوری تاریخ نظم کرنے کے بجائے صرف آنحضرتؐ کی زندگی اور سیرتؐ کردار کو نظم کا جامہ پہنا�ا گیا ہے۔ حضورؐ کی زندگی اور زندگی کے سارے واقعات کی جزئیات و تفصیلات میں ہر جگہ قرآن اور احادیث صحیحہ کو رہنمایا گیا ہے ہر چند کہ اس نظم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے پورے جوش عقیدت اور تخلیل گلکاری کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن کہیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو اصل واقعات کے منافی ہو یا جس کی بناء پر مورخانہ نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے۔ خوبی یہ ہے کہ شاعر نے سارے واقعات کو حدود رجہ سادگی و سفافی اور روانی و حسن کاری کے ساتھ نظم کیا ہے۔ واقعات کی تفصیلات میں بعض بڑے مشکل اور نازک مقامات آئے ہیں اور ان مقامات سے کامیاب گذر جانا آسان نہ ہتا لیکن محشر رسولؐ نگری سارے مشکل مرحلوں سے آسان گذر گئے ہیں اور اس کا میاہی کے ساتھ کہ ان کی قادر اسلامی پر حریت ہوتی ہے۔ وجہ صرف یہ کہ انھیں اپنے صاحبوع کی غلطت دنراکت کا ہر جگہ شدید احساس رہا ہے اور انھوں نے جو کچھ کہا ہے ہر بت رسول کی سرستی کے باہم پوری اختیاط و ذمہ داری کے ساتھ کہا ہے خود کہتے ہیں۔

نظروں سے چوتا ہوں مدینے کے بام و در

کرتا ہوں پھر شتاۓ شہنشاہ بحر و برب

و شوار ہے یہ مرسلہ نعمت کس قدر

میں جیل رہا ہوں تیغ برہنہ کی دھار پر

سرست ہوں اگرچہ فرد غلشا طے

## رکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے

دوسرا حاضر کے شرایں عبد العزیز خالد نفت گو کی حیثیت سے ایک متاز مفت م رکھتے ہیں۔ وہ اردو کے ان عالم شاعروں میں سے ہیں جن کے دم سے اسلام کے تحریر علمی اور طلاقتِ لسانی کی یاد تازہ ہے۔ وہ مشرق و مغرب کی کئی زبانوں کے عالم اور علوم بتدیدہ کے فائل ہیں۔ انہوں نے اسلام اور تاریخ اسلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے یہ مطالعہ چونکہ خاص شفقت اور خلوص کے ساتھ کیا گیا ہے اس لئے نظری بحثوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی اور شخصیت کا جزو بن گیا ہے۔ ایسا جزو جو اسلامی اقدار کا ترجمان و نقیب بن کر ان کے فکر و فن میں انفرادیت پیدا کر دیتا ہے یہ انفرادی جزوی طور پر ان کے سارے کلام میں نظر آتی ہے لیکن اس کا کلی اور بھر پور اظہار ان کی دو نعمتیں تھیں "فارقلیط" اور "متحمنا" میں ہوا ہے۔

"فارقلیط" کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؛ اس کی وضاحت خود شاغرنے اس طور پر کر دی ہے ع

## نام ختم رسول الجیل میں بے "فارقلیط"

یوں سمجھ لیجئے کہ اس کتاب کا عنوان ہی آنحضرتؐ کا اسم گرامی ہے اور صاف خاہ کرتا ہے کہ اس کا تعلق براہ راست نفت کے میونسوخ سے ہے۔

فارقلیط در اصل ایک خلیم و طویل نعمتیہ فصیدہ ہے جو اردو شاعری کی مارتباخ میں اپنی منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ عبد العزیز خالد کی دوسری تصانیف کی طرح "فارقلیط" کے مطالعہ کے وقت بھی غیر مانوس تشبیهات و استعارات، اجنبی تراکیب و تلمیحات اور غربی کے اشعار و نقرات ایک نام قاری کی راہ میں حائل ہوتے ہیں لیکن بھر کی ردائی اور بیان کی پاکیزگی دشکنستگی نے اس میں حسن داشر کا ایسا جادوجہ کیا ہے کہ عام طور پر عبد العزیز خالد

کی شکل پسندی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ اکثر مقامات پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک سچے عاشق کے جذبات پھوٹ پڑے ہیں اور حب رسول کا ایک شیری و شفاف چشمہ بہرہ ہے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بھائے لئے جا رہا ہے۔

عبدالعزیز خالد کی قادر ارکلامی اور کمالات شاعرانہ کا انظر اس فتحیہ نقیدے میں حیرت انگریز طریقوں پر ہوا ہے۔ کہیں انھوں نے پورے کے پورے مھرے اور شعر عربی کے ڈانک دیتے ہیں اور کہیں فقرات و تلمیحات کی پیوند کاری اور اس کے ساتھ اس طرح کی ہے کہ ان کے بیان عربی و قصائد کی شان جھلک پڑتی ہے۔ کہیں خاص قسم کی تراکیت و تشبیہات کے اہتمام و لمطراق کے سبب ان کے بیان فارسی فتحیہ نگاروں کی سی مشوکت بیان پیدا ہو گئی ہے اور کہیں کہیں ہندا وانی تلمیحات و علامات کے لسل استعمال نے انھیں محسن کا کو روی سے بست قریب کر دیا ہے بطور مثال اس نقیدے کے چند اشعار دیکھئے ہے

میں شبدوں کی پیاسی میں چرنوں کو بیدائی

تری جستجو محبوب کو صبح و ساہے

لشکر کنوں نہیں کھرا لے تیرے

چھپا کر نظرِ حل تختے دیکھتا ہے

میں جو گن بروگن میں محصلی کہیں

تو سرتاج میرا مراد ہوتا ہے

تو دیپ میں کا جل تو درین میں سیسہ

میں لاکر تو پر بھات کی لاما ہے

میں راتوں کو کوئی کی مانند کو کوئی

کبھی لب پر ڈھولا کبھی ماہیا ہے

میں ساجن کی بندی ہوں جنگل کر مندی  
 اسی کی مجھے حپاہ ہے لالا ہے  
 جگن ناخند تجھ بن بھلا کون میرا  
 ابھاگن کو ہر کوئی دھست کارتا ہے  
 میں لوہا تو پارس میں کھنکر توہیرا  
 میں مٹی کی گڑایا تو ابر و ہوا ہے  
 رہوں رات دن میں ترے سنگ سیان  
 مری روشنی ہے تو میرا دیا ہے  
 گرو دیو چیل کا سنجوگ کیا  
 میں دھرتی تو انہمیں کیا ہوں تو کیا ہے  
 با ہے تو جس دن سے من کے ننگ میں  
 مرے من کا اس دن سے پٹکھل گیا ہے  
 بیہقیوت انگ پر ہے گلے مرگ چھالا  
 یہ خلعت محبت کی سرکار کا ہے  
 بھر کتی ہے دل میں برہ کی جوالا  
 ترے بن یہ جیون سلگتی چتا ہے  
 بجھاتا ہے سپی کی پیاس ابر میان  
 تو کس کارن اس من کو کھپا رہا ہے  
 میں پیاسی ہوں مجھو کو پلامدھ پیار  
 لعاب دہن میں سرا کا مزا ہے  
 یہ اشعار محسن کا کورڈی کے قصیدہ لامیہ کی تشبیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ بیان کی

سادگی، شلگفتگی اور روانی سے قطع نظر یا اشعار ایک سچے ماثق کے عجز نفس رفت طب، اور احساس انفعال کے ایسے مرقعے ہیں کہ سامع اور قاری پر بھی رقت کا عالم طاری، کر دیتے ہیں۔

اس قصیدے کے بعض ڈکٹر ڈے اور بعض اشعار عربی فارسی اور ہندی کی خیر ماں، تلمیحات سے یکسر پاک ہیں۔ ان میں روزمرہ کی شلگفتہ و شائستہ زبان میں آنحضرت کی مدح کی گئی ہے۔ اس مدح کا لمحہ ایسا عاجزانہ اور پرایا ایسا دلاؤ دیز ہے کہ لغتیہ شاعری کا حق ادا ہو گیا ہے۔ اس طرح کا ایک ڈکٹر ڈاہم نے مختبات کے حصے میں درج کر دیا ہے۔

عبد العزیز خالد کی دوسری لغتیہ تقسیف "منحنی" بھی طویل قصیدے کی شکل میں ہے۔ "منحنی" سریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے بارے میں بھی شاعر نے کتاب کے پہلے ہی صفحہ پر بتا دیا ہے کہ ع

"ہے یہ منحملہ اسماء رسولِ مقبول"

"منحنی" کو اس کی روایت کی رعایت سے قصیدہ سمیہ کہہ سکتے ہیں، اس میں چار سو چواليں اشعار ہیں اور عبد العزیز خالد کے خاص رنگ میں ہیں یعنی یہ قصیدہ بھی اردو فارسی غربی اور ہندی زبانوں کا حیرت انگیز سنگم ہے اور شاعر کے دنور ہذبات کی بھروسہ پر ترجیحی کرتا ہے۔ نن تقسیدہ کی وہ روایت جس کا تعلق انہمار علم سے ہے اور جس کی مدد سے ہمارے فضیلہ نگاروں نے سلطنتِ بیان اور شکوه الفارسی کو تقسیدے کا دعف خاص قرار دیا ہے اس قصیدے میں پُرمی طرح در آئی ہے لیکن اس کے باوجود تقسیدے کی روانی و شلگفتگی کمیں مجرد حنیف ہیں بلکہ شاعر کی قادر اسلامی نے اس کے بھاؤ، تسلی اور باطنی آہنگ کو کچھ اور دلاؤ دیز اور باد قار بنادیا ہے۔ ابتداء کے چند اشعار دیکھئے کیے پر شکوه اور دلکش ہیں ۵

مُطَابِع آدم دا بُجم ستابع لوح دستلم  
 محمد اُمی محبوب کبریا سلعم  
 محمد انجمن کن فکار کا صدر شیش  
 محمد افسر آفاق دسرور عالم  
 وہ عبدہ رسولہ و دامہ، احمد  
 کتاب د حکم نبوت کا خاتم و خاتم  
 حمود و حامد و احمد محمد و محمود  
 کریم د میر کرام د مکرم د اکرم  
 وہ لایوت سراج بُل امام رسل  
 امیر قافله سخت کوش اہل ہمم  
 جیل د اجل د کامل مکمل د اکمل  
 ستم زده بشریت کا محسن اعظم  
 شار نغمہ دادو د لحن بار بدی  
 نغمہ  
 ہیں حرفا سادہ پے قربان سماع و صوت و اہم

---

اسحاق حکیم عبد الکریم نظر (دلادوت ۱۹۰۷ء) کی شاعری کا آغاز اگرچہ غزل سے  
 ہوا ایکن جلد ہی طبیعت نظم کی طرف مائل ہو گئی۔ ۱۹۳۲ء سے انہیں حمایتِ اسلام  
 لاہور کے سالانہ جلسوں اور یومِ اقبال کی تقریبات میں نظم خوانی کر رہے ہیں۔ تحریک  
 پاکستان میں بھی ان کی مترجم نظیں خراج تھیں حاصل کر چکی ہیں۔ اقبال کے مدرسہ فکر  
 کے بالغ نظر ہاں علم ہیں۔ ان کی شاعری کا مرکزی نقطہ امید و نشاط ہے اور محور  
 نکر اسلام یعنی عِ شناۓ سرور عالم ستارش اسلام

اور اب ایک مدت سے نعمت و منقبت ہی اُن کا دلخیفہ حیات ہے۔

آخر کو بھی نعمت کے موصنوں سے گمراہ کا در ہے اور ان کی تقسیم "تریل" میں  
نقیب شاعری کے بعض بہت اچھے نونے ملتے ہیں "تریل" ۱۹۶۵ء مطابق ۱۳۸۴ھ  
میں حلقة ارباب چشت تاریخ ناظم آباد کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا  
مقدمہ قابل مطالعہ ہے۔ اسلام میں شاعری کے جواز، شاعری سے آنحضرت کی دلچسپی،  
حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داد دو  
تحمین، عربی نعمت کے مختلف ادوار اور عربی شاعری کی خصوصیات وغیرہ پر خاصی لفظیں  
سے بحث کی گئی ہے۔ یہ بحث مدلل ہے اور صفت نے جگہ جگہ احادیث و آیات قرآنی  
سے اپنی باتوں کے لئے ثبوت پیش کئے ہیں۔

"تریل" کا آغاز "حمد" سے ہوتا ہے اس کے بعد نقیب اور اسلام میں ہمیت  
کے اعتبار سے آخر کی نقیبیں متعدد ہیں۔ شاعر نے مدرس، محسن، مربع، نقیب، نول  
او رقطعہ وغیرہ کی مختلف ہمیتوں سے کام لیا ہے۔ ان کی وہ نقیبیں نظم حجس کا پہلا بند  
درج ذیل ہے بہت معتبر ہوئی ہے۔

تیر سے اڑ پاٹھی ساری حیات گناہوں  
تیر سے ہی سامنے ہوئے سائے فرشتے نرنگوں  
تو ہی تو آئیہ مکاں تو ہی تو خوش کامستوں  
تیری ہی انکھوں میں تو بے سائے جہاں کافنوں

اوَّلَتْ مُحَمَّداً آخِرَنَّا مُحَمَّداً

صلِّ عَلَىٰ نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّداً

آخر کی ایک اور نقیبیں نظم قابل ذکر ہے۔ اس نظم کے شیپ کا مصرع ہے ع

محمد خشر کے میداں میں دلعا بن لکھنگے

نظم ایک زمانے میں بہت مقبول ہوئی اور قوالوں کے ذریعے اس کی شرت دُر دُر تک پہنچی۔ اختر کی نعمتیہ شاعری کا ایک وصف یہ ہے کہ اس کا اندر ٹھنڈا آنحضرتؐ کی ذات و صفات سے شدید مجبت اور ایک طرح کی تڑپ کا حساس دلایا ہے۔ اس مجبت اور تڑپ کو اگرچہ بعض جگہ بھروسہ اظہار کا پیرا نہیں بلکہ کلام کی تاثیر میں فرق نہیں آیا۔

اختر کی نعمتیہ غزلوں میں لمبی بھر کی غربیں، چھوٹی بھروسی غزلوں کے مقابلے میں زیادہ دلکش ہیں خصوصاً وہ غربیں جن کے مطلع مندرجہ ذیل ہیں بہت اچھی ہیں۔

بمارِ عالم نگارِ نیزاد دکھاوے بذریعات اٹھا کر  
کہ منتظر ہے زبانے کب سے یہ طور سر دگان لگا کر

---

دل ہے تو ڈو با ڈو باسا اور نوکِ زبان پر نعتیں ہیں  
اہم اپنے بنی پر صدقے ہیں اور اپنے بنی سے باتیں ہیں

---

خدائے لم بیزیل کے دست قدرت کا عصا ہوں میں  
محمد میرے آقا ہیں محمدؐ کا گدا ہوں میں  
اوپر جن شعرا کی نفت نگاری پر محض قریب رے کئے گئے ہیں بات انہی نیچتم نہیں  
ہوئی۔ محمد قلی قطب شاہ سے لے کر عبدالعزیز خالد تک سیکڑوں شاعر ہیں جن کے بیان  
نعمتیہ شاعری کے بعض نہایت اچھے نہونے ملتے ہیں۔ میں نے تو اس جگہ زیادہ تر ان نعمتیہ  
غزلوں اور نظموں کا ذکر کیا ہے جن کے بعض اجزا اپنی مقبولیت کی بناء پر حلقة خاص سے  
نکل کر مجمع عام تک پہنچ گئے ہیں یا پہنچ رہے درہ قدیم شعرا کے دوادین دکھیات میں  
اسی سیکڑوں نعمتیں ملتی ہیں جنہیں اردو مشتوی اور ادو تعمیدہ نگار شاعر سروادا کر لے یجھے۔

ان کے دیوان کے پلے قصیدے کا مطلع ہے ۔

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تغایرِ مسلمانی  
نہ حچوڑی شیخ سے زمارِ تسبیحِ سلمانی

یہ مشور قصیدہ نفت میں ہے اور اس میں زبان و بیان اور خیالِ ذکر کی ایسی  
خوبیاں اور ایسی بلندیاں نظر آتی ہیں جن پر فنِ قصیدہ کی روشنی میں بُری طولِ گفتگو کی  
جا سکتی ہے ۔ یہی صورتِ مومن کے اس قصیدے کی ہے جس کا مطلع ہے ۔

چمن میں نغمہِ بلبل ہے یوں طربِ انوس  
کہ جیسے صبحِ شبِ ہجر نالہماںے شردہ میں

مومن کی زبانِ دانی، قادرِ کلامی اور کمالِ شاعرانہ کا جیسا اظہار اس لغتیہِ قصیدے  
میں ہوا ہے کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اس کی شہرتِ عوام تک کیا پہنچتی خواص میں بھی  
اب چند کے سوا، سب اس کا پورا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن قصیدہِ نگاری آئندت  
سے مومن کے مرتبے کو بلند تر کرنے اور وہ قصیدے میں فارسیِ نسامد کا علمطران  
فراتم کرنے میں اس قصیدے کا جو حصہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

یہی صورتِ بعضِ مشنوؤں کی ہے۔ ہم نے بعضِ مشنوؤں کا سرسری ذکر کیا ہے  
لیکن تدمکے یہاں لغتے کے مو منبع پر مستعد و قابل ذکر مشنویاں سو جو دیں اور ان  
تفصیل سے مشنوی کے دن کی روشنی میں بحث کرنے کی ضرورت ہے ۔

قصیدہِ مشنوی اور غزل وغیرہ کی صورتوں سے قطع نظرِ ظریف ازاد اور نظمِ معربی  
میں بھی گذشتہ دس سپندرہ سال میں بہت اچھی لغتیں کہی گئی ہیں۔ یعنی یہ نہیں  
کہ نئے تفاصیل، نئے ماجول، نئی تحریکوں اور نئے مسائل کی آفریدیہ ہیں۔ ان کی  
ہستیں اور فکر و نظر کے لحاظ سے ان کی یونیتیں پرانی لغتوں سے بہت مختلف ہیں۔ ان  
میں آنحضرت کی زندگی کو نئے زادیوں سے بیکھنے والہاں اور لغت کے باب میں انکروں

کی نئی را ہیں کھولنے کی کوشش ملتی ہے۔ افسوس کی یہ تفہیم مختلف اخبار درس اُنل  
میں کبھری پڑی ہیں اور سمجھا نہ ہونے کے سبب ان کے بارے میں تفصیل سے سرہدست  
کچھ کہنا مشکل ہے۔ انتساب کے حصے میں جدید تفہیمیہ نظموں کے بعض نمونے البتہ  
دوے دیئے گئے ہیں ان سے لغت کی روشن اور امکانات کا کم و بیش اندازہ کیا جا سکتا  
ہے۔ کیا اچھا ہے کہ مردے از عین بروں آیدا اور اردو کی تفہیمیہ شاعری کا محققانہ و ناقہ اُن  
جاڑیوں کے اس کی قدر و فہمت کا تفہیم کرے اور لغت گو شعر کو وہ منصب دلائے  
جو حالات کی ستم طریقی نے اُن سے حپیں رکھا ہے۔

---

# تبرکات

شيخ سعدى

بلغ العلة بمحاله  
كشف الذبحة بمحاله  
حنلت جميع خصاله  
صلوا عليه وآله

شاد عبد العزيز دهلوى

يا صاحب الهمال ويا سيد البشر  
من وحبيك المنيرو لقد نور القمر  
لاميكن الشنا رك كا جمعته

بعد از حندة بزرگ ذوی قصمه مختصر

## خواجہ نظام الدین اولیا

صبا بسوے مدینہ رُد کن انیں دعاً سلام برخوان  
 پکر گرد شاہ مدینہ گرد و بعد تضرع پیام برخوان  
 بنہ بچندیں ادب طازی، سیر ارادت بخاک آن کو  
 صلواتہ دافر بر دفع پاک جناح خیر الانام برخوان  
 به باب رحمت گئے نظر کن بہ باب جبریل گمہ جبیس  
 صلواتہ منی علی نبی گئے بہ باب الشاد برخوان  
 بہ لحن داؤ و مہنا شو بہ نالہ درد آشنا شو  
 بہ بزم پیغمبر ایں غزل را زعبد عاجز نکام برخوان

---

## امیر خسرو دہلوی

اے چپرہ زیبائے تو رشک بتان آذری  
هر چند وصفت می کنم درجن زان زیبائی

آفاق ہاگر دیدہ ام مہربان دز دیدہ ام  
بسیار خوبیاں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی  
تاکس نگو بیدعبد اذیں من دیگرم تو دیگری

تو از پری چاپک تری دز برگ گل نازک تری  
از ہر حپسہ گویم سبتری حق عجائب دلبری

عالم ہبہ یعنائے تو خلین جہاں شیدائے تو  
آل نرگس شہلاتے تو آورده رسم کافری

خسر ز غریب است و گدا فاده در شہر شش  
باشد کہ از بہرہ ندا سوئے غریبائی بنگری

## عبدالرحمٰن جامی



سلام علیک اے نبی مکرم کرم تراز آدم دنسی آدم  
 سلام علیک اے زا بائے علوی بصورت مؤخر معنی مقدم  
 سلام علیک اے ز اسماء حُسنی جمل تو آئیت اسم اعظم  
 ز سعی تو شد فتح ابواب مغلن ز نهضت تو شد کشف اسرار سیم  
 توئی یار رسول اشناں بحر حمت کر باشد محیط از عطاء تو یک گم

کشانی پتخلیع ماب کہ آمد  
 تراستح باب شفاعت مسلم



لی حبیب عربی مدّنی فرشی کہ بود در دو عمنش ما شادی دخوشی  
 فهم رازش نکنم او عربی من غبی لایت مهرش چہ زنم او فرشی من جذشی  
 ذره دارم به مواداری او فرض کنی تاشد او شره آفاق بخورشید وشی  
 صفت باده عشقش ز من مت مرسی ذوق ایس مے نشانی بخدا تائے جپشی  
 جائے ارباب و فاجزر و عشقش ز زدن  
 سرمبادت گرا زیں راہ دتم باز کشی



## حاجی محمد جان قدسی

دل و جاں پا د فدایت چنجب خوش لقی	مر جا سیدِ مکن مدینی العربی
الشادش چ جمال است بیس بو ابعجی	مَنْ بِدِيلِ بِجَاهٍ تُو عَجَبٌ حِيرَانٌ
سپهراز عالم و آدم تو چے عالی نسبی	نَبَتْ فِيْتْ بَذَاتْ تُو بَنِيَّ آدَمْ رَا
زانکر بنت قبگے کوئے تو شد بے ادبی	لَبَتْ خَوْدَ بَلَكَتْ كَرْدَمْ دَبَسْ مَفْعَلْمْ
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان غربی	ذَاتِ پَاكِ تُو چو دَرْبَلِكِ عَربَ كَرْدَهُوْ
سوئے ماروئے شفاعت بکن ازبے سببی	سَاصِيَا نِيمْ زَما نِيكِ، اَعْمَالِ مِيرَسْ
اے قریشی لقب و هاشمی مطبلی	چِشمِ رحمت بِجَثَا، سُورَهُ مِنْ اَنْدَارِ نَظَرِ
زاں شده شهرہ آفاق پیری طبی	نَحْلِ بَستانِ مدِينَه زَ تو سَرِيزْ مَدَامْ
لطف فرما کر زحمدی گذر دشنه لبی	ما همه تشنہ بانیم تو نی آب حیات
بتمانے کر رسیدی زرسد مسیح نبی	شَبِّ مَعْرَاجِ مَرِدَبَتْ تُوا فَلَكَ گَذَشتْ

سیدی اَنت جیبی و طبیب نسلی  
آمدہ سوئے تو قدسی پے در ماں طلبی

---

## اسدالشہخان غالب

حق جلوه گر ز طریق بیان محمد است  
 آرے کلام حق بزبان محمد است  
 آئینہ دار پر تو محلاست ما هتاب  
 شان حق آشکار ز شان محمد است  
 هر کس تسمیہ اُنچہ عزیز است، می خود  
 سی گند کرد گار، بحسبان محمد است  
 واعظ حدیث سایہ طوبی فرد گذار  
 کامیں جا سخن ز سرور دان محمد است  
 بنگرد دنیمه، گشتین نامہ مرا  
 آں نیز نامور ز شان محمد است  
 غالب شناۓ خواجہ بہیز داں گذاشت  
 کام ذات پاک مرتبہ دان محمد است

---

## شاہ نیاز احمد بریلوی

دلا خاکِ رہ کوئے محمد شو محمد شو  
زہر سوئے بیا سوئے محمد شو محمد شو

بہردم سجدہ جاں سوئے ابرٹے محمد کن  
برڈے تبدلہ روئے محمد شو محمد شو

تجدد پیشے گیر از قید عالم وارہاں خودار  
اسیر حلقہ موئے محمد شو محمد شو

با خلاقِ الہی منصفت بودن اگر خواہی  
سر اپا سیرت: خوئے محمد شو محمد شو

بکن خالی مشاہداز بڑے گلماں کے جماں اول  
سید لہا داد بڑے محمد شو محمد شو

سیاہ اندر دلت گرمه رعنان خدا باشد  
خدا اے شان دیکھوئے محمد شو محمد شو

## علامه اقبال

در دل مسلم مقامِ مصطفی است  
 ابر و سے ما زنامِ مصلحت است  
 بور یا ممنون خواب راحت شد  
 بور یا ممنون خواب راحت شد  
 در شبستانِ حرا خلوت گزید  
 در جهان آین نو آعن از کرد  
 در شبستانِ حرا خلوت گزید  
 در نگاهِ او یکے بالا دیست  
 روزِ محشر استیارِ ماست او  
 لطف و قدراد سرای پارجتے  
 در جهان هم پرده داری است او  
 آن بیاران ایں با خدا رحمتے  
 آن که براعدا در حکمت کشاد  
 امتیازاتِ نسب را پاک سوخت  
 نسخه کو نین را دیبا چه اورست  
 جمله عالم بندگان و خواجه اورست

اے طیر تو شباب زندگی  
 جلوه ات تغیر خواب زندگی  
 اے زمیں از بارگاہت ارجمند  
 آسمان از بوسه بامست بلن  
 در جهان شمع حیات افراد ختنی  
 بندگان را خدا جیگی آمنختی  
 تادم تو آنتے از گلن کشود

ذره دامن گیر مهرد ماه شد  
 تامرا افتد بر رویت نظر  
 یعنی از نیروئے خویش آگاه شد  
 از اب دام گشته محوب تر  
 فرحتش بادا که جانم سخن است



اُردو کی  
مُتھِّب نہیں

## امیر میتائی

خلق کے سر در شافعِ محترصل اللہ علیہ وسلم  
 رسولِ داودِ خاص پمیرِ صل اللہ علیہ وسلم  
 نورِ جسم، نیرِ اعلم سر در عالمِ موسیٰ آدم  
 نوح کے ہدم، خضر کے رہبرِ صل اللہ علیہ وسلم  
 بحرِ سخاوتِ اکانِ مردود، آئی رحمت، شافعِ امت  
 مالکِ جنت، قاسم کو نژصل اللہ علیہ وسلم  
 رہبرِ موسیٰ، بادیِ عیسیٰ، تارکِ دنیا، مالکِ خقبی  
 ہاتھ کا تکیہ، خاک کا بترصل اللہ علیہ وسلم  
 سرو خرا مان، چہرہ گلتان، جبہ تابان، ہمدردِ خشا  
 سفیل پیچاں، زلفِ معبرِ صل اللہ علیہ وسلم  
 قبلہ عالم، کعبہ، انظم، سب سے مقدم، راز سے محروم  
 جانِ جسم، روحِ مصورِ صل اللہ علیہ وسلم  
 مہر سے ملو ریشہ ریشہ، نعمتِ امیر اپنا ہے پیشہ  
 درودِ ہمیشہ دن بھر شبِ مہرِ صل اللہ علیہ وسلم

(۲)

جب مدینے کا سافر کوئی پا جاتا ہوں  
 حرست آتی ہے یہ پہنچا، میں رہا جاتا ہوں  
 دو قدم بھی نہیں پہلنے کی ہے مجھ میں طاقت  
 شوق کھینچ لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں  
 قافلے والے چلتے جاتے ہیں آگے آگے  
 مد اے شوق کہ یعنی میں رہا جاتا ہوں  
 کار داں رہ یشرب میں ہوں آدازِ درا  
 سب میں شامل ہوں مگر سبے جُدرا جاتا ہوں  
 اس لئے تائہ ملے روکنے والوں کو پت  
 محو کرتا ہوا نقشِ کف پا جاتا ہوں



## محمد اسماعیل میر ھٹی

وہ اور چہ نیم بردی کا تارا  
ہوا ہے کہ میں جلوہ آرا  
کرے گا جو ماہ کو دد پارا  
ہے جس کا نوین بک گذارا  
وہ جس نے اخلاق کو سنوارا  
محلِ کسری دنکہ دارا  
میود ہو یا کوئی نصاری  
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ با صفا پر

وہ علم و حکمت سکھانے والا  
پیام حق کا وہ لانے والا  
عذابِ حق سے ڈرانے والا  
وہ جمل و بدعت مٹانے والا  
وہ سیدھا رستہ پلانے والا  
وہ بستی اقتصی کو جانے والا  
مفتام محمود پانے والا  
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ با صفا پر

وہ جلوہ ہے نورِ کبریا کا  
وہ صدر ہے بزمِ اصطاف کا  
اِام ہے خیلِ انبیا کا  
ہے پیشوَا مسلکِ خدا کا  
طبیب ہے شرک اور ریا کا  
کہ خاص بندہ ہے وہ خدا کا  
وہ شاہِ تسلیم اور رضا کا  
وہ قبلہ ہر شاہ اور رگدا کا  
وہ کعبہ ابرارِ دا صفا کا

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ با صفا پر

## علاءہ اقبال

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے  
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر  
ہر چند ہے بے قافلہ دراصلہ وزاد اس کوہ و بیا باسے ہدی خوان کدھر جائے  
اس راز کو اب فاش کرائے کوئے محمد  
آیاتِ الہی کا نگہبان کدھر جائے

(۲)

وہ دنماۓ سُبْ ختم الرُّس مولائے کُل جس نے  
غبار راہ کو بخشت فردیعِ دادی بینا  
لکھ عشق و مستی میں دھی اوقیل دھی آخر  
وہی قرآن وہی فرقاں وہی نیسیں وہی طاہ

(۳)

نگہ ہے عاشق کی وہ کیدھ لمحتی ہے پر دھہ میسم اپنی امکھا کر  
وہ زخم پر شرب میں آکے بمعیضیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر  
ترے شناگو غرسِ رحمت سے جو کرتے ہیں روزِ نیشن  
کہ اُس کو پتھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر  
جو تیرے کوئی کے ساکنوں کا فناۓ جنت میں دل نہ ملا  
تلباں دے رہی ہیں جو ریں خوشامدوں سے منانہ کر  
جسے جنت کا درد کہتے ہیں ما یہ زندگی ہے مجھ کو  
یہ درد دہ بے کہ میں نے رکھا ہے دل میں اس کو چھپا چھپا کر  
نسیال راہ عدم سے اقبال تیرے دری ہوا ہے صاف  
بعل میں زاد عمل نہیں تے صد مری نعمت کا عطا کر

## اخترشیرانی

کس نے پھر چھپڑ دیا قصہ لسلائے حجاز  
 دل کے پر دوں میں محبتی ہے تمنائے حجاز  
 بھر کے دامن میں غربوں کی دعائیں لے جا  
 اے نیم سحر اے بادیہ پہمائے حجاز  
 بزم ہستی میں ہے ہنگامہ محشر برپا  
 اب تو ہو خواب سے بیدار میسحائے حجاز  
 مئے افرنگ میں باتی نہ رہا کوئی سرو  
 ہم نے جس دن ست پکھی ہے مئے مینائے حجاز  
 دل دیوانہ دعا مانگ وہ دن پھر آئے  
 وہی ہم ہوں وہی سجدہ وہی صحرائے حجاز  
 خاک پیشرب کے ہراک ذرہ سے آتی ہے صدا  
 اختر خاک نشیں ناسیہ ذر سائے حجاز

## احسن مارھروی

پیاسا ہے جو دیدار رسول عربی کا  
کیا خوف قیامت کا اُسے تشنہ لبی کا  
تو احمد و محمود و محمد ہے بلاشک  
شهرہ ہے فرشتوں میں تری خوش لفظی کا  
و شمن بھی میں مذاجِ شنستاہ رسالت  
ادنی سایہ انجماز ہے اخلاق نبی کا  
حضرت ہے کہ طیبہ کو چلی جاتی ہے دنیا  
مُوتا نہیں کیوں حکم ہماری طلبی کا  
مکنی، مدنی، ہاشمی و منسلبی کا  
مذاج ہوں محتاج ہوں بندہ ہوں گدا ہو  
اللہ کے بندوں میں ہے احسن و ہبی محبوب  
آئین محبت میں جو بندہ ہے نبی کا

\*

## اَصْغَرُكَنْدُرِی

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود  
جز ایں ک لطفِ نلشماُسے نالہ بے سود  
یہ کون سامنے ہے؟ ساف کہہ نہیں سکتے  
بڑے غصب کی ہے نیرنگی مسلم نمود  
وہ رازِ نلقتِ ہستی، وہ معنی کوئی نہیں  
وہ آقتابِ حرم، نازنینِ کنجِ حمرا  
وہ سر درِ دو جہاں، وہ محمد عربی  
نمیائے حُسن کا ادنی سایہ کر شمہ ہے  
چک گئی ہے شبستانِ غیب و بزمِ شہو  
وہ مست شاہدرعناء، نگہِ سحر طراز  
کچھ اس ادا سے مر اس نے مدعا پوچھا  
و بعدک پڑا مری آنکھوں سے گوہر تسدود

## علی اختر حیدر ابادی

سید بھر میں بنو زموج نہ تھی سبک خرام  
 خاک کے اس گرے میں نخا نقش حیات ناتام  
 نفلہ ہ سات کی آنکھ ابھی کھلی نہ تھی  
 شانے ہلا رہا متحاگو باد سحر کا اہتمام  
 بارہن سچ میں نہ تھیں جُن کی یہ اطافیں  
 ایسی نشاط آفریں تھی نہ ابھی جیں شام  
 خاکِ حرب ترے شاردونوں جہاں کی نعمتیں  
 تو نے کچھ اور کرو دیا بزم حیات کا نظام  
 سید انفل اکرم جان و جہاں ترے شار  
 صرور ساحب الْجَمَالِ دیدہ دول ترے مقام  
 اپنے کرم کا واسطہ اپنی عطا کا واسطہ  
 سرف کشاکش حیات آج میں پھر ترے غلام  
 با دُوہ زندگی میں ہیں پھر دہی بیچ دخم عیاں  
 و نہ کامات ہے غرق فریب نگ دنام  
 علم کی نارسی ہے پھر دعوتِ حق سے بے نیاز  
 حد سے گذر رہا ہے پھر عقل کا ہر جون خام  
 خاکِ رہ نیاز میں رتبہ امتیاز دے  
 حوصلہ بلند دے ہستی سرفراز دے

## اَكْبَرُ الْهَادِي

یہ جلوہ حتی سہمان اللہ، یہ نورِ بدایت کیا کہنا  
بہریل بھی میں شیدا اُن کے، یہ شانِ نبوت کیا کہنا

وہ کفر کی خلمت درجوئی اور گھنی دیں پُر نورِ ذوقی  
یہ عمرِ بدی سہمان اللہ، یہ بمح سعادت کیا کہنا

جب دل میں ہو پر تیر کرسی و عرش اس دل کی بلندی مصلحت  
جب سینے میں قرآن اُڑا ہو اس سینے کی خلمت کیا کہنا

تبیح سے دنیا گونج اُٹھیں، تکمیر کا نسل تماعش آگیا  
کاشیرِ بدایت صلیٰ یہ جوش عبادت کیا کہنا

نغمہ ہے ترا دلکش اکبر مغمون ہے ترا پاکیزہ تر  
بلبل کے ترانے مصلی پھولوں کی لطافت کیا کہنا

## اکبر وارثی میر کھنڈی

بب عرب کے چین میں دنور خدا ہر طرف اپنا جلوہ دکھانے لگا  
 کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر مسٹہ پیاروں میں شیطان چھیلنے لگا  
 بیانِ حمتوں کی گرجنے لگیں، نوبتیں شادمانی کی بخوبی لگیں  
 دین کی فوجیں ہر سمت بخونے لگیں پر جمِ اسلام کا بلکلانے لگا  
 لکنگرے قصرِ کسری کے گرنے لگے، ڈوختے کلمہ پڑھ پڑھ کے تر زنگ  
 آگ آتش کددوں کی بجھانے لگا خشک سحر امیں پانی بخانے لگا  
 سونگھ کر بھیتی بھیتی دہ خوشبوئے تن، دیکھ کر رحمت حق پیمن درپیمن  
 کہ کے "انت شی" پڑھ کے سل غلی بُلبُلِ خوشنوا چھپانے لگا  
 جیسے تاروں میں جلوہ ہو متاب کا، وہ پرا باندھ کر چار اسحاب کے  
 سید صارتہ کسی کو بتانے لگا، دل کسی کا ادا سے سانے لگا  
 اکبر خستہ کی چار میں التجا، ان میں سے کوئی پوری جو بہر ندا  
 یا تو بلوہ دکھا، یا مدیثے بلما، ورنہ خدمت میں رکھ دل مکانے لگا



## اقبال سہیل اعظم گرہی

احمد مرسل فخر دو عالم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
منظراً اول مرسل فاتح مَسْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسمِ مرنگی، روحِ مصور، قلبِ محلی، نورِ معطر  
حسنِ سراپا خیرِ محجم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
دہم کی ہر زنجیر کو توڑا، ایک ندا سے رشتہ جوڑا  
شرک کی محفل کر دیا براہم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کفر کی نظمت جس نے مٹانی دین کی دولت جس نے لٹائی  
لمرا یا تو حید کا پر جنم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

راہ میں کانتے جس نے بھیاۓ گاہی دی پتھر بر سے  
اُس پر تھیر کی پیار کی شبنم مَسْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قبلہ نماۓ سجد، گزاراں شعلہ سینا جلوہ فاراں  
صیغہ مباراں جس کا مقدم مَسْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سم کے خون دار دے شفاذی طعن سے اور بیکوئادی  
زخم سے اور بختا مرہم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## احسان دانش

حسنِ ذراست کو هجومِ عاشقان درکار تھا  
 عاشقون کو بھر سجدہ آستان درکار تھا  
 اس بساطِ خاک کی نشوونما کے واسطے  
 اک حکیم آب دگل اک چہرہ خوان درکار تھا  
 قانٹے کو منزلِ انسانیت کے واسطے  
 نسل انسان سے امیر کار داں درکار تھا  
 پاہیئے تھا آدمی کی رہبری کو آدمی  
 مرسلوں کو مسر برآہ مرسلان درکار تھا  
 منجمدِ تھنی کب سے سحراءِ عرب میں زندگی  
 حق نے ہنپتہ دیں مجیجا جہاں درکار تھا  
 یا محمد تو نے رکھ لی مسک آدم کی لاج  
 جس کو دانائے دو حرفِ کن فکاں درکار تھا  
 سعی تو یہ ہے اُس خدائے دو جہاں کے واسطے  
 نہمِ عالم میں رسولِ دو جہاں درکار تھا  
 ہاں مرے سجدوں میں تھی دانش اسی درقِ زریب  
 میری پیشانی کو بس اک آستان درکار تھا



## افقر موہانی

مری بے قراری کی شام اللہ اللہ زبان پر محمد کا نام اللہ اللہ  
 متاعِ دو عالم کو ٹھکرایا ہے غلام اللہ اللہ  
 دریا پاک پر دہ جو جم حنلائق فرشتوں کا وہ ائمہ امام اللہ اللہ  
 مریش پہنچا نہ کوئی، مگر ہاں محمد علیہ السلام اللہ اللہ  
 یہ کہنا سببا باب عالی پہ جا کر جہاں وہ میں عالی مقام اللہ اللہ  
 رہے کیوں حضوری سے محروم افتر  
 بنے میں ہزاروں کے کام اللہ اللہ

\*

## احمد ندیم فتا سمی

دنیا ہے ایک دشت تو گلزار آپ ہیں اس تیرگی میں مطلع انوار آپ ہیں  
 یہ بھی ہے سچ کہ آپ کی گفتار ہے جمیں یہ بھی ہے حق کہ صاحبِ کردار آپ ہیں  
 ہولاکھ آفتاب قیامت کی دعوبتیز میرے لئے تو سایہ دیوار آپ ہیں  
 یہ فخرِ کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گرد را  
 دربار شہ میں بھی میں اگر مرکشیدہ ہوں اس قائلے کے قافلہ سالار آپ ہیں  
 مجدد کو کسی سے حاجتِ چارہ گری نہیں ہر غم مجھے عزیز کہ علم خوار آپ ہیں  
 مجھ پر یہ جرم غربت و دامن دریدی سب لوگ شگ زن میں تو گلبار آپ ہیں  
 ہے میرے لفظ لفظ من گر حُن دلکشی اس کا یہ راز ہے مرا معیار آپ ہیں  
 انسان مال و زر کے جنوں میں ہے مبتلا  
 اس حشر میں ندیم کو درکار آپ ہیں

## محمد اعظم چشتی

ایسا کوئی محبوب نہ ہو گا نہ کیس ہے  
 بیٹھا ہے چٹانی پر مگر عرش نشیں ہے  
 ملتا نہیں کیا کیا دو جہاں کو ترے درے  
 اک لفظ "نہیں" ہے کہ ترے لب پر نہیں ہے  
 ہیں تیرے ہوا خواہوں میں مرسل بھی نبھی تھی  
 کوئی نہیں ترے تیر اثر زیر نگیں ہے  
 تو پا ہے تو ہر شب ہو مثال شبِ اسرائیل  
 تیرے لیئے دو چار قدم عرش بریں ہے  
 ہر اک کو میسر کھاں اُس دن کی خلامی  
 اس در کا تو دربان بھی جبریل ایں ہے  
 رُکتے ہیں یہیں آکے قدم اہل نظر کے  
 اس کوچے سے آگے نہ زماں ہے نہ زمیں ہے  
 اے شاہِ زمان اب تو زیارت کا شرف دے  
 بے پین میں آنکھیں مری بیاب جیں ہے  
 دل گریہ کُناں اور نظر سوئے مدینہ  
 اعظم ترا انداز طلب کتنا حسین ہے

## اسیر بدایوںی

شبِ معراج، معراج شبِ دردز تخلی دسیا ہی دیدہ افراد  
 اندھیرا شب کا حسن مدعا ہے اجala، شمع راہ بروعا ہے  
 تخلی تو تیاء دیدہ نور سیاہی ماہ کی آنکھوں کا ہے نور  
 ادھر کوئی ہے نقشِ بسترِ خواب اُھر شوق لھا میں کوئی میتاب  
 ادھر تھیں آنکھیں خواب ناز سے بند اُھر ملنے کا کوئی آرد و مند  
 پیامِ دل براۓ وسیل لائے یکا یک حضرت جبریل آئے  
 جبیں کو پائے انور سے لگا کر موڈپ دستِ بستہ سرج جنگ کا کر  
 زبان ہو کر کسی کو یہ سنا یا شبِ اسرائیل دلھا کو جگایا  
 ہر اک ٹرھتی ہوئی دوست کا اقبال براقِ برقِ دُم مرغ سکب بال  
 کہ پیراں کے ہیں گویا نور کے پر سواری کے لئے عانزہ ہے درپر  
 کسی کی آنکھ کا تھا اک اشارہ نہ شعلہ تھا نہ وہ برق و شرارہ  
 نگہ کی مثل جب کر لوت آیا خرام ناز نے جو ہر دکھایا  
 کہ آتا اور باتا کچھ نہ جانا عجب جاتا تھا اس کا طرفہ آنا

## ہری چند احتنز

کس نے ذرود کو اٹھایا اور سحرِ اکر دیا  
کس نے قطرود کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُس کے نام پر  
اللہ اَللّٰہ موت کو کس نے میحا کر دیا

شوکتِ مغرورنے کس شخص کا توڑا طلسم  
منسدم کس نے الہی اقصرِ کسری کر دیا

کس کی حکمت نے متمیوں کو کیا درستیم  
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

آدمیت کا غرض سامان مبتیا ہو گیا  
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

## جگن ناتھ آزاد

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اُس فخرِ دراں پر  
 ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیا کے امکان پر  
 سلام اُس پر کہ جس کے نور سے پر نور ہے دنیا  
 سلام اُس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا  
 سلام اس پر جلالی شمعِ عرفان جس نے سینوں میں  
 کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں  
 سلام اس پر بتایا جس نے دیوانوں کو سفرِ از  
 منے حکمت کا چھکلا کیا جہاں میں جس نے پیمانہ  
 دو گار د معادن بے بسوں کا زیرِ دستوں کا  
 ضعیفوں کا سہارا اور محض حق پرستوں کا  
 بڑے چھوٹوں میں جس نے اک انخوت کی بناؤالی  
 زمانے سے تمیز بندہ و آقا مطہری الی  
 سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودائی کا  
 سلام آزاد کا آزاد کی رنگیں بیانی کا



## اختر حسین اختر

سلام اے آمنہ کی گود میں قرآن کے پارے

سلام اے آدم و خواکے ارمانوں کے گھوارے

دعاۓ قلبِ ابراہیم و جانِ عیسیٰ و موسیٰ

سلام اے اولیا و انبیا کی آنکھ کے تارے

سلام اے نورِ بیزداں کے مجازِ ظاہر و باطن

سلام اے عشق کے قلزم سلام اے حُن کے دلے

ترمی ہستی نے بخششی، نیفن دوراں کو تو انماں

سلام اے کاروائی آدمیت کے جگر پارے

شمیوں اور بیوادؤں کی آہیں رنگ لے آئیں

سلام اے خشک ہونوں کے لئے کوثر کے فوارے

نظر میں جلوہ جاناں لئے ہے اختر کمتر

وہ نعلیمینِ محمد پر فدا ہوتے ہیں مدد پارے

سلام اُس پر

جو خلمسوں میں متارہ روشنی ہوا ہے

جو ایسا سورج ہے جس کی کرنیں

اڑل ابد کے تمام گوشوں میں فورین کے سماچکی ہیں

ہر ایک ذرہ کو ماہ تابان بتا چکی ہیں

سلام اُس پر

جو حرفِ حق ہے

وہ حرفِ حق جو سماعتوں اور خدا نے برتر کے درمیان

ایک واسطہ ہے

جو خاکِ مردہ میں جان ڈالے وہ کیمیا ہے

سلام اُس پر

جو خیرِ اعلیٰ ہے — اور سب کو

بلندیوں پر بلارہا ہے

بلارہا ہے کہ رفتتوں کا سفیر ہے وہ

بیشتر ہے وہ نذری ہے وہ

سلام اُس پر

جو بے نواؤں کا آسراء ہے

جو سارے عالم کی ابتداء ہے

جو سب زمانوں کی انتہا ہے

سلام اُس پر

جو راہِ حق پر بلارہا ہے کہ رہنماء ہے

جو سب کو حق سے بُلارہا ہے کہ حق نہاء ہے

## ڈاکٹر ابراہیم خلیل شیخ

صلوٰی کی آج لائی ٹروہ کے غنچے غنچہ چک رہا ہے  
کہیں پہ لہار رہا ہے لالہ کہیں پہ سیزہ لہک رہا ہے

سدائے سُبھانِ ربنا ہے کہیں پہ صل علی کے نعرے  
طیور تسبیح خواں کہیں ہیں کہیں پہ بلبل چک رہا ہے

پکڑ طاؤس کی کہیں ہے کہیں پہ ہے قمریوں کی کوکو  
کہیں ہے نغمہ طراز طوٹی کہیں گلی ترجمک رہا ہے

کہیں ہے طہ کہیں ہے نیس، کہیں مژمل کہیں مذر  
 تمام قرآن میں مثل خورشید نام احمد چک رہا ہے

مریض در در فراق ہوں میں نہ طاقتِ انتشار ہے اب  
وکھا دو دیدارِ خواب ہی میں کہ انکھوں میں دم انک رہا

کمالِ احسان مجھ پہ ہو گا اگر بلا لوم دینے آفت  
تمہاری فرقت میں رات دن آج خلیل ختبک رہا ہے

## بیدم شاہ و ارثی

آجئی نیم کوئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم  
کچھنے لگا دل سوئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم

کعبہ ہمارا کوئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم  
محف ایماں روئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم  
لے کے مرادل بیس کے مر جائیں گے مٹ جائیں گے  
پہنچیں ہم تکلوحے محمد مصل اللہ علیہ وسلم

طوبی جانب دیکھنے والا نکھیں کھولو ہوش بنیسا لو  
دیکھو قد دل جوئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم

نام اسی کا باب کرم ہے دیکھی بھی محرب حرم ہے،  
دیکھد خم ابروئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم

مجھی میعنی خوشبو جہکی بیدم دل کی دنیا لمکی  
کُنل گئے جب گیسوئے محمد مصل اللہ علیہ وسلم



## بیدل جیلپوری

مقدار مجھے لے تو جائے دینے کف پئے اہل حرم چوم لوں گا  
میں بھائیوں گا پلکوں سے گلیاں ہاں کی نگاہوں سے باب حرم چوم لوں گا

شناۓ صبیٹ خدا میں کر دن گا، مر انتظ چوئے گا عیری زبان تود  
میں نعتِ محمد رقم کرتے کرتے قلم اور زبان قلم چوم لوں گا

محبت کے جذبے سے بیتاب ہو کر درِ مصطفیٰ پر جھکے جب مر آ رہا  
اہل تو اگر ساتھ دے دے دہاں پر قسم تیری تیرے قدم چوم لوں گا

وہ کانتے جو دلکھیں گے سو کھی زبان پر تو جوشِ محبت سے ساقی کوڑ  
پلاں گے بھر بھر کے ساغرِ سائز میں ساقی کا دستِ کدم چوم لوں گا

پسندے میں ان کی نہ آئی ہے تو چرا آئی ہے ان کی زلفوں کی خوشبو  
جو ہل جائے مجھ کو تو تیرے قدم میں نہیں بھار احمد چوم لوں گا

غمِ مصطفیٰ کی رہے دل میں ڈرگن، جلے سورہ فتنے ہر وقت آمن  
رہے ترہیثہ جو اشکوں سے دامن تو بیدل ترکا چشم نہ چوم لوں گا

## بَهْرَلِكھنِوی

بھلا میں اور ان کا بیان اللہ اللہ  
 خدا جن کا ہے درخواں اللہ اللہ  
 ہوئی ختم جن پر دو عالم کی نعمت  
 جو ہیں حناتم المرسلان اللہ اللہ  
 وہ جن کی طرف ہے نظر عاصیوں کی  
 جو ہیں شافع ہے کان اللہ اللہ  
 وہاں سُن رہے ہیں جو ردِ ادمیوں کی  
 میں گو کہہ رہا ہوں یہاں اللہ اللہ  
 جو ہیں قبلہ، آرزو و تمنا  
 جو ہیں کعبہ غاشقان اللہ اللہ  
 وہ جن کے لئے کُل خُدائی بُنی ہے  
 جو ہیں وجہ کون و مکان اللہ اللہ  
 محمد، محمد کے صدقے میں بہرآد  
 ہے ہر وقت در دِ زبان اللہ اللہ



## بیان دیزدانی میر ھٹی

خواب میں زلف کو مکفرے سے ہٹالے آجا  
پڑے نقاب آج تو اے گیسوں والے آجا

بیکسی پر مری خون روتے میں چھالے آجا  
راہ میں چھوڑ گئے فانے والے آجا

دم تری دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے  
لے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

ہوں سپی کار مرت عیوب کھلے جاتے ہیں  
کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا

صورت لالہ ہے پُردا غ بیان کا سینہ  
پڑ رہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا



## حفیظ تائب

دے تبسم خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبی  
 ایک شیریں جھلک، ایک نوریں دلک ہلتخ و تاریکیت زندگی یا نبی  
 اے نویدِ میجا! تری قوم کا حال علیٰ کی بعثتوں سے اب ترزا  
 اس کے کمزور اور بے بنزا تھے چھین لی چڑخ نے بر تری یا نبی  
 کام ہم نے رکھا تیرے انکار سے، تیری تعلیم اپنا لی اغیار نے  
 حشر میں منہ و کھائیں کے کیے تجھے، ہم سے غفلت شعارِ امتی یا نبی  
 دشمنِ جاں ہوا امیر اپنا لبو، میرے اندر عددِ میرے باہر عدد  
 ما جراۓ تحریر ہے پر سیدنی، صورتِ حال ہے دیدنی یا نبی  
 روح دیران ہے آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا ایک بحران ہے  
 گلشنوں، شہروں، قریوں پہ پہ فشاں ایک مکروہ افسوس گی یا نبی  
 سچ مرے دور میں جرم ہے عیسیے، جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے  
 ایک اعزاز ہے جبل دبے رہ روی، ایک آزار ہے آگی یا نبی  
 راز داں اس جہاں میں بناؤں کے روح کے زخم جاکر دکھاؤں کے  
 غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں، کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبی  
 یا نبی ریست کے تپتے صحراء پہ اب تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب  
 کب ہری ہو گئی شاخِ تمنا مری، کب منٹے کی مری تشنگی یا نبی  
 یا نبی اب تو آشوب حالات تیری یادوں کے چہرے بھی دھنڈلا دیئے  
 دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری بنتی جاتی ہے فوج گری یا نبی

## ثروتِ حسین

مدحتِ سافی کو ثرث لکھوں  
سوچتا ہوں بھلا کیوں کر لکھوں

سارے عالم کو جزیرہ مٹھراوں  
ایک انسان کو سمندر لکھوں

کیوں نہ اُس مشعل شبِ تاب کو میں  
فلک و احساس کا محور لکھوں

منعِ صرد صداقتِ جانوں  
نکمت و نور کا پیکر لکھوں

مختصر یہ کہ میں اُن کو ثروت  
نوٹ انسان کا مقدر لکھوں



## عبدالکریم نمر

چشم کرم جو آپ کی شاہزادی پڑے      گشت تھریہ سائیہ باعثِ عدن پڑے  
 خود متریں متحیں عازم طیبہ کی منتظر      راہِ طلب میں سینکڑوں کوہ و دمن پڑے  
 آنکھوں کے آئینے میں ہیں اناوار اس طرح      شبِ نم پہ ماہتاب کی جیسے کرن پڑے  
 سالارِ دو جہاں کی عنیت کہ عمر بھر      بدر دھنیں و خبر و خندق میں ن پڑے  
 از بکہ میرے دل میں تماہی اے تھر  
 پہنچوں درِ حضور پہ جیسے بھی یہ پڑے

★

بزمِ ہستی میں وقارِ ذی وقار ای آپ ہیں      خسر و شامہاں رُمیں تا جذار ان آپ ہیں  
 آپ کی خاطر ہوئے باعث و حمّن آراستہ      باعثِ تر میں حُسن شا خمار ای آپ ہیں  
 آپ ہیں حشمت و چراغ نہ بیہقی شاہکمل      طابش طورِ مدینہ نور فاران آپ ہیں  
 آپ جی کی رحمتیں اکنافِ عالم پر محیط      سرو رعناء میں نیم نوہمار ای آپ ہیں  
 آپ کا مسلکِ محبت امن و صلح و اشتی      کارزاروں میں متاع جانسوار ای آپ ہیں  
 بے نواؤں اور بیتمیوں کو سارا آپ کا      سر بر راهِ خوش تہاداں غمگسار ای آپ ہیں  
 آپ جی کی ذاتِ محمری فاتح بدر دھنیں      روزِ ہستی میں نقیب شمسوار ای آپ ہیں

★

## مولانا محمد علی جوہر

۱

تہائی کے سب دن میں تہائی کی سب راتیں  
 ہر لمحہ تشفی ہے ہر آن تسلی ہے  
 ہر وقت ہے دل جو نی ہر دم میں مدار ایں  
 کوثر کے تقامنے میں تنیم کے وعدے میں  
 ہر روز بھی چرچے ہر روز بھی باتیں  
 معراج کی سی حاصل سجدوں میں کیفیت  
 اک فاسق د فاجر میں اور ایسی کراماتیں  
 بے نایہ سی لیکن شاید وہ بلا بیجیں  
 بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوتا ہیں

۲

پر غیب سے سامانِ قنامیرے لئے ہے  
 ستم یونی سمجھتا کہ فنا میرے لئے ہے  
 خوش ہوں دھی پیغامِ قنامیرے لئے ہے  
 پیغام ملا تھا جو حسین بن عُثْلیٰ کو  
 سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے  
 میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دُنیا  
 یہ بندہ دو عالم سے خفامیرے لئے ہے  
 تو حیدر ہے کہ خدا حشر میں کمد وے  
 کافی ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف  
 کافی ہے اگر ایک فدا میرے لئے ہے  
 اے شافعِ محشر جو کرے تو نہ شفاعت  
 پھر کون دہاں نیرے سوا میرے لئے ہے  
 کیوں ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے  
 اچھے تو سمجھی کے میں بُرا میرے لئے ہے

\*

## جوش میلخ ابادی

نگاہِ فطرت کی صنو سے یوں تو ہر ایک ذرۂ جھلک رہا ہے  
ہر ایک قوتِ اُبھر رہی ہے ہر ایک پودا پھبک رہا ہے  
دیے ہیں ذرات کی تہوں میں ہزار اسرار کے خزانے  
ازل سے آغوش خار و خس میں کھلے پھولوں کے کارخانے  
جبن لیلاۓ شب بے روشنِ رد پہلی قندیل سے قمر کی  
سنہری بُنگن میں ہنس رہی ہے کلانی دو شیزِ سحر کی  
عطاؤ انعام کے فرشتے یہاں سدا پیشِ دلپس رہے ہیں  
زمیں پہ صبحِ ازل سے آنکھ کرم کے بادلِ برس رہے ہیں  
مگر یہ سب بے شمار تھنے زمیں کو فطرتِ جو بخششی ہے  
کوئی حقیقی ہے ان میں نعمت تو وہ اک آزادِ آدمی ہے  
وہ آدمی جس کی تیزِ نظرِ میں مزاجِ عالم کی رازِ دل ہیں  
وہ آدمی نبعنی پیچ دتابِ حیات پر جس کی انگلیاں ہیں  
وہ آدمی جو شمیمِ گل سے علوم کے پھولوں چن رہا ہے  
وہ آدمی جو ہوا کی رو میں خدا کا میغامِ سُن رہا ہے  
اگر چہ نقشِ قدم پر اس کے ازل سے سجدے میں آسمان ہے  
مگر غضب تو یہ ہے جہاں میں اُسی سے بے اختناصیاں ہیں  
بہت سے گزرے ہیں یوں تو انسان خردگی شمعین ملانے والے  
بتوں کی ہسیتِ اٹھانے والے خدا کا سکھ بھلنے والے  
مگر عرب کے خوبیشِ افق سے کرن وہ پھوٹی رسول بن کر  
کر بنتے نلمت کے خار و خس بختے دیکھاٹھے سُرخ پھون کر

## جگر مُراد آبادی

اک رندہ اور مدحت سلطانِ مدینہ  
ہاں کوئی تظریح مت سلطانِ مدینہ

تو صبحِ اذل آئینہ حُسنِ اذل بھی  
اے صل علی صورتِ سلطانِ مدینہ  
ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یعالم  
شاہوں سے سوا سلطوتِ سلطانِ مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت  
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ

اے جان بلب آمدہ، ہشیار، خبردار  
وہ سامنے میں حضرتِ سلطانِ مدینہ

کچھ کام نہیں اور جگر مجھ کو کسی سے  
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

## الطاف حسين حالی

(۱)

بنتے ہیں مدحت سلطانِ دو جہاں کے لئے  
 سخنِ ذباں کے لئے اور زبانِ دہاں کے لئے  
 وہ شاہ جس کا عدو، جیتے جی جہنم میں  
 عداوت اُس کی عذابِ الیم جاں کے لئے  
 وہ پھول جس سے ہونی سعی با غیار مشکور  
 رہی نہ آمد و رفتِ چمن، خزان کے لئے  
 گھر اُس کا مورِ قرآن و عبیطِ جبریل  
 در اُس کا کعبہ مقصود انس و جاں کے لئے  
 نہ حرف و صورت میں صفت نہ کام دلب میں سکت  
 حقیقتِ شبِ معراج کے بیان کے لئے  
 سماں اُس کا جو نقشِ قدم تصور میں  
 ہجومِ شوق میں بو سے کہاں کہاں کے لئے  
 حریفِ نعتِ پیغمبر نہیں سخنِ حالی  
 کہاں سے لا نیے اعجاز اس بیان کے لئے ۔

(۲)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا      مرادیں غریبوں کی برلانے والا  
 مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا      وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا  
 فقیروں کا طلبی ضعیفوں کا ماوی  
 یتیمیوں کا والی غلاموں کا مولیٰ  
 خطا کار سے درگذر کرنے والا      بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا  
 مقاصد کا زیر وزیر کرنے والا      قبائل کو شیر و شکر کرنے والا  
 اُتر کر حسرا سے سوئے قوم آیا  
 اور اک نخجہ کیمیا ساتھ لایا  
 میں خام کو جس نے کنڈن بنایا      کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا  
 عرب جس پہ قرنوں سے تھا جمل جھایا      پیٹ دی بیس اک آن میں اُس کی کایا  
 رہا ڈرنہ بیڑے کو موج بلا کا  
 ادھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

\*

(۳)

امت پر ترمی آ کے عجب وقت پڑا ہے  
پر دیس میں وہ آج غریب الغربا ہے  
اب اُس کی مصالح میں نہ بنتی نہ دیا ہے  
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے  
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں پا ہے  
پیاروں میں محبت ہے نیازوں میں وفا ہے  
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ حق ہے  
بڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے  
دنیا پر تراطفِ سدا نام رہا ہے  
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے  
امت میں ترمی نیک بھی ہیں بیکھی ہیں لیکن

جو خاک ترے درپ ہے جاروب سے اڑتی  
ووناک ہمارے لئے ہاروئے شفایے

## حضرت موهانی

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں  
پھر پیشِ نظر ہو گئیں جنت کی ہوائیں

اے قافلے والوں کیں وہ گند بخربی  
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی  
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروڑی کی عجائب شان ہے پیدا  
یہ شکل و شماں یہ عباً یہ قباً یہ

کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت  
حضرت اُنھیں دیتے ہیں وہ سب لے دیاں



## حسن رضا خاں حسن بریلوی

جلوہ یارِ ادھر بھی کوئی رستہ تیرا  
حسرتیں آمٹھ پھر تکتی ہیں رستا تیرا

کیوں تمنا مری مایوس ہواے ابر کرم  
سوکھے دھانوں کو مددگار ہے چھینٹا تیرا

ہائے پھر خندہ بجا مرے لب پر آیا  
ہائے پھر بھول گیا راؤں کو رو ناتیرا

اچھے اچھے ہیں ترے در کی گدائی کرتے  
ادنچے ادنچوں میں بنا کرتا ہے سعد قاتیرا

خاص بندوں کے تصدق میں رہائی پاؤے  
آخر اس کام کا تو ہے یہ نکتا تیرا

اے مدینے کی ہوا دل مرا افسردہ ہے  
سوکھی کلیوں کو کھلا جاتا ہے جھونکا تیرا

## حافظ جالندھری

سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی  
 ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی  
 زہر یہ عزت افزائی زہر قشریت ارزانی  
 شرکیں حال فتحت ہو گی پر فضل ریاضانی  
 یہی اعمال پاکیزہ یہی اشاعتِ حال روحانی  
 بتسم گفتگو بند دنوازی خندہ پیشانی  
 مگر قدموں تلے ہے فریکسر الی و خاقانی  
 بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پیشانی  
 ترے پر بوئے مل جائے ہر کذبے کو تباہانی  
 عقیدت کی جیسی تیری صوت سے ہو براں  
 ننا مختصر سی ہے مگر متنبید طرلانی

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے  
 سلام اے خاک کے ٹوٹے ہے دل جوڑنے والے

سلام اے محبوب سجانی  
 سلام اے طلی رحمانی سلام اے نور زیادانی  
 سلام اے سرہ وحدت اے سراج بزم ایمانی  
 ترے آنے سے رونقِ اگئی گلزار استی میں  
 سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انسان کی سکھلا د  
 تری سورت تری سیرت ترا نقشہ ترا حبلہ  
 اگرچہ فقر و فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا  
 زمانہ منتظر ہے اب تئی شیراز دبندی کا  
 زیں کا گوشہ گوشہ فور سے معمورِ محابے  
 حفیظ ہے نوابی ہے گدائے کوچہِ احمد  
 ترا در ہو مرا صرہو مرا دل ہو ترا گھر ہو



(۲)

زبان پر اے خوش اصلِ عملی یکس کا نام آیا      کہ میرے نام جبریل امیں لے کر سلام آیا  
 محمد حبیب عالم، فخرِ ادم، ہادی اکرم      امام الائینا، خیر البشر، پیغمبر اعظم  
 محمد صاحبِ خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت      محمد صدرِ فیضِ عیم و شافعِ امت  
 بصیرت نورِ سُجّانی معنیِ نسلِ رحمانی      پیامِ نَذْگانی، منظرِ تائیدِ ربَانی  
 محمد مصطفیٰ بھی ہے وہ احمد مجتبی ابھی ہے      وہ مطلوبِ خلائق بھی ہے مجیبِ خدا بھی ہے  
 وہ جس کو فاتحِ البابِ اسرارِ قم لکھئے      بنائے عرشِ وکسمی باعثِ لوح و قلم لکھئے  
 وہی حاکم باہراشد، درد آگاہِ محکماں      در حق سے جواب باصواب آہِ نظمِ ماں  
 وہ حاصل برگزیدہ، سنتیوں کی التجاویں کا      فرشتوں کی تمناؤں، رسیلوں کی دعاوں کا  
 محمد دبیدہ، دل کی تجلی، بحرِ مزدوران      محمد آخری حرفِ تسلی، بحرِ مزدوران  
 محمد بے کسی کے درد کو سمجھانے والا      سر شکرِ گرم، آہِ سرد کو پچلانے والا  
 محمد زدِ معبدان باطل تور نے والا      محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑ نے والا  
 محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑ نے والا

## حمد صدیقی لکھنؤی

حرم کبرا ہے اور میں ہوں  
 زبانِ محود عا ہے اور میں ہوں  
 کھنپا جاتا ہوں میں بطمبا کی جانب  
 کوئی خود رہنا ہے اور میں ہوں  
 چلا ہوں جانبِ کعبہ بعد شوق  
 نبی کا آسرا ہے اور میں ہوں  
 عجب کچھ جوش پر ہے ایرِ رحمت  
 سرورِ افزا گھٹا ہے اور میں ہوں  
 طوافِ کعبہ ہے وقتِ سحر ہے  
 نسیمِ دلکشا ہے اور میں ہوں  
 کھوں کیا دل کی کیفیت کا عالم  
 نگاہِ آشنا ہے اور میں ہوں  
 بحمدِ اللہ کھلا ہے بابِ رحمت  
 مری آہ رسائے اور میں جوں  
 حرمِ قدس کا پردہ اُٹھا ہے  
 دل حیرت زده ہے اور میں ہوں  
 حمید اب کچھ منیں ہے یادِ مجھ کو  
 نبی کا تذکرہ ہے اور میں جوں

(۲)

تک پر ماہے بہ مشتاقِ دید کہہ دینا  
 درِ نبی پر سلامِ حمید کہہ دینا  
 جو حالِ دل بے وہ اُن پر ہے بے کہہ دش  
 زبانِ سال سے بھی کچھِ مزید کہہ دینا  
 اگرچہ تابِ نظارہ نہیں ہے آنکھوں کو  
 مگر ہے پھر بھی ممتاز کے دید کہہ دینا  
 نگاہِ ہر سے روشن ہے آرزو دل کی  
 نہ بخھنے پائے یہ شمعِ امید کہہ دینا  
 حضور آپ کے الطاف پر نظر کر کے  
 ہے میرے دل کو بہت کچھِ امید کہہ دینا  
 بلا بیے مرے آفَا بلا بیے مولا  
 ہے انتظار کی کلفتِ شدید کہہ دینا  
 بعدِ رہ کے رہوں میں قریب یا حضرت  
 قریب ہو کے نہ ہوں میں بعدِ کہہ دینا

( ۳ )

در بارِ نبی کے جلوؤں کی وہ بارشِ رحمت کیا کئے  
وہ صبح کا منتظر کیا کئے وہ شام کا عالم کیا کئے

وہ جنتِ روح و خلد نظر وہ سوز و گد از قلب و نظر  
وہ روشنہ اطہرِ صلی علی، وہ نورِ مجسم کیا کئے  
جس وقتِ تصور کرتا ہوں اک نیند سی آنے لگتی ہے  
اے سسلِ علی آرام گر سر کا رہ دو عالم کیا کئے

وہ رازِ دنیا ز کی یکسوئی، وہ دل کی حضوری کا عالم  
وہ جوشِ تلاوت پچھلے پہر وہ سورہ مریم کیا کئے  
وہ وقتِ سحرِ پھولوں کی مہک شاخوں کی لمحک سے کیا مد  
گلزارِ قبا کے دامن پر کیفیتِ شبِ نم کیا کئے



## عبد الرحمن راسخ دھلوی

زہے خیرِ محبّتِم غل ہوا حب اُس کی آمد کا  
 زبانِ ہر صنم پر غلعنہ تھا خیر باشد کا  
 ہوا لاول ہو الٰہ حسر کا باطن ہو گی ظاہر  
 محمد میں یہ گویا وعفہ ہے میمِ مشدّد کا  
 ساؤں لغت اگر تیری توبت خانہ بنے کعبہ  
 زبانِ ہر صنم پر زمزمه ہوا شہدا شند کا  
 کمپنچی جس وقت چکل جلوہ نامِ خدا بن کر  
 تری سمشیر میں عالم تھا بسمِ اللہ کی مدد کا  
 فراق شادِ دیں سے تودہ سنگِ حبادث ہوں  
 علاجِ اچھا ہوا ہے میرے نفس واجب الحد کا  
 عصاۓ ہوسی ایک ایک نگلی بن گئی ان کی  
 لکیریں اُنگلیوں کی معجزہ تھا جز کا مرد کا  
 قیامت میں نہ مرگی باتِ ملکی پڑھواری ہے  
 مرے عصیاں بے حد سے ترے احسان بجید کا  
 خدا کتابے راسخِ حمّۃ اللّعائیم جس کو  
 ڈھنامن رکے مطلب کا جامی کل کے مقصد کا

## شاہ احمد رضی خاں صاحب بولیوی

داہ کیا جود و کرم ہے شہ بطنی تیرا  
 نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا  
 دھارے چلتے میں عطا کے وہ ہے قطراتیرا  
 تارے کھلتے میں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا  
 فین ہے یا شہر تینیم نہ والا تیرا  
 آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا  
 فرش والے تری شوکت کا علو کیا جائیں  
 خرد اورش پہ اڑتا ہے پھر پرا تیرا  
 میں تو ماں ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے جیب  
 یعنی محظوظ و محظی میں نہیں میرا تیرا  
 تیرے ٹکڑوں پہ پڑے غیر کی مفعوكر پہ نہ ڈال  
 جھڑ کیاں کھا بیس کھاں چھوڑ کے صدقہ تیرا  
 تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری  
 جس دن اچھوں کو ملے جام پھلکتا تیرا

## روش صدیقی

صاحب تاج ختم نبوت سل اللہ علیہ وسلم  
صدر نشین بزم رسالت سل اللہ علیہ وسلم

درسِ مرؤت فرمان اُس کا نوع بشر پر احسان سکا  
امن و محبت اُس کی شریعت سل اللہ علیہ وسلم

نورِ جیں انسان کا چمکا فرق مٹا محتاج وغنى کا  
ایک ہوئے سرمایہ دمحنت سل اللہ علیہ وسلم

زادہ و عاضی، عارف و عامی سب میں درآمد کے سارے  
سب پر گل افتخار دامنِ رحمت سل اللہ علیہ وسلم

دین میں فیغان ہے اُس کا ذوقِ لقین احسان ہے، اُس کا  
اس کے در کی خاک میں حکمت سل اللہ علیہ وسلم

قربِ الہی سنت اُس کی حُسن عمل ہے طاعت اُس کی  
حاصلِ ایمان، اُس کی محبت سل اللہ علیہ وسلم

## شاہ محمد تقی عرف عزیزمیاں قادری بولیوی

سب سے جدا ہے سب میں شاہ نورِ محمد اللہ اللہ  
روجِ محمد و حبیم کا حامل نورِ محمد اللہ اللہ

اہلِ هلب کا حاجا دہ اول نامِ محمد ذکر الہی  
اہلِ یقین کی آخری منزل نورِ محمد اللہ اللہ

کون نہ بن جائے پرداش کون نہ ہو جائے دیوانہ  
شمعِ حقیقت، زینتِ محفل نورِ محمد اللہ اللہ

ہادیٰ انظم، رہبرِ امت، شافعِ محشر ذاتِ محمد  
چارہ گردے تابیٰ ہر دل نورِ محمد اللہ اللہ

رازِ بیی اک راز ہے میرا اور بیی دمساز ہے میرا  
ہر دم تظرؤں کے ہے مقابل نورِ محمد اللہ اللہ



## سآغر نظاہی

حسن سرا پا عشقِ محبم صلی اللہ علیہ وسلم  
روئے منور گیوئے پر خم صلی اللہ علیہ وسلم

سو ز سرا پا در عینم صلی اللہ علیہ وسلم  
اہ نسوتیرے شنبیم شنبیم صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب قرآن فخر رسولان خسرو دین و حجت زدہ  
بادہ عرفان ساقی عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سازِ اذل سے تارِ ابدتک ایک ترجم ایک تلاطم  
بر لبط جاری فخرِ سپیم صلی اللہ علیہ وسلم

شوق کا هر جع درد کا مسکن شافع امت کیف کامن  
کیفت کا منبع عشق کا منگم صلی اللہ علیہ وسلم

فرش سے ہے تماش اجالا ذرہ ذرہ نور کا بالا  
شیع دو عالم صہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اے کہ طبیب عالم امکاں چارہ گر بیماری انسان  
تو نے رکھا زخمیں پر مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

## سحر انصاری

محنِ انسانیت، فخرِ عرب، فخرِ عجم  
یا محمد مصطفیٰ یا بادی و خیرِ امّم

حاملُ خلقِ عظیم و صاحبِ صدق و لقین  
آپ کے قولِ حکیمانہ ہیں اب تک لنشیں

قلبِ انسان میں جلائی آپ نے وہ شمعِ نور  
جس کا پر تو حمرا را جس کا جلوہ رشکِ طور

عبدوں کے زیب و زینت مجھے بہت لات و منا  
آپ نے انسان کو سخشنی لذتِ عرفان و ذات

قبلہ اربابِ دالش، کعبہ اصحابِ ول  
آپ کی معراج سے بدلا مزاجِ آب و گل

دستِ غاکی میں عنانِ بحر و طوفان آگئی  
گردشِ گرددوں بھی زیرِ دام انسان آگئی

## کرامت علی خاں شہید

(۱)

سر دیوان لکھا ہے میں نے مطلع فتح احمد کا  
 غرب میں سورا مٹا جس وقت اُس کی آمد کا  
 کبھی گرد رہ بیٹھوں میں کروں نظارہ گمند کا  
 نفس جس وقت ٹوٹے ظاہر روح مقید کا  
 میر ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا  
 صفا ہاں تک سخیر ہو گا اس تینے چمند کا  
 رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا  
 عجم میں زلزلہ نوشیروان کے قصر میں آیا  
 کبھی نزدیک جا کر آتا نے پرلوں آنکھیں  
 تنا ہے درختوں پر ترے روپہ کے جایں مول  
 ہونی ہے رحمتِ عالی مری معراج کی طا۔  
 تری تعریف سے میری زبان میل آتی ہے تیزی  
 خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس مجتبی  
 زبان پر میری جس دنام آتا ہے محمد کا

(۲)

ہے سورہ والشمس اگر دے مُحَمَّد وَاللَّيْلَ كَيْ تَفَسِّيرُهُ نَبِيُّ مُوْسَى مُحَمَّد  
 ماہِ نو شوال سے عاشق کی کماں عید جب تک نظر آجائے نہ ابر دے مُحَمَّد  
 کس دشن اُنھائے ہوئے ہیں بارِ دو عالم ظاہر میں تو تازک سے ہیں بازو دے مُحَمَّد  
 تھا بیش بھا عشق کے بازار میں یوسف پر ہونہ سکا سنگِ ترازو دے مُحَمَّد  
 رہواں کے لئے چلو سونات شہیدی  
 گر ہانہ لگے خار و خس کوئے مُحَمَّد

## غلام امام شہید

جب سے ہوا وہ گل جمین آرائے مدینہ  
جبریل بنا بلبل شیدائے مدینہ

سینہ ہے مرار دکش صحراۓ مدینہ  
دل ہے جرسِ محمل سیلاۓ مدینہ

داؤ کے درود لوار مرے پیشِ نظر ہیں  
اندھیر ہو گر آنکھ سے چھپ جائے مدینہ

ہرنگ میں داؤ کے ثمر طور ہے نہایاں  
ہر خشت کو کہئے یہ بیضیاۓ مدینہ

فتمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے  
ہم دیکھتے ہیں اُس کو جو دلکھ آئے مدینہ



## شفیق کوئی

ارم مدینے میں باعثِ جناب مدینے میں  
 ہر ایک چیز ہے جنتِ نشاں مدینے میں  
 زمیں پہ کیوں نہ بُھکے آسمان مدینے میں  
 میں محبو خواب شہرِ دو جہاں مدینے میں  
 جہاںِ کفر و فحلاالت میں پڑگیا لرزہ  
 ہونی بلند جو پسلی اذان مدینے میں  
 سرِ نیاز کے سجدوں کو کیا کروں یارب  
 جبینِ شوقِ یہاں آتاں مدینے میں  
 قدم قدم پسلل ہے رحمتوں کا نزول  
 صلانِ غمِ ہستی کماں مدینے میں  
 خُمِ حیات، غمِ آخرت، غمِ کونین  
 میں بھول جاؤں گا سب بے گماں مدینے میں

## شـارـقـ اـيـرـاـيـانـ

پر خدا کی رحمت اے عازمِ مدینہ نورِ محمدی سے روشن ہو تیرا مینہ  
 جب ساحلِ عرب پہ پہنچے ترا سفینہ اس وقت سر جنگ کر شد با قرینه  
 سلطانِ انبیاء سے میرا سلام کہنا  
 محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا  
 ساحل پہ آتے آتے موجوں کو چوم لینا موجوں کے بعد دلکش ذردوں کو چوم لینا  
 اس پاک سر زمین کی راہوں کو چوم لینا پھولوں کو چوم لینا کاٹھوں کو چوم لینا  
 پھر نورِ دلخشمی سے میرا سلام کہنا  
 محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا  
 بہ بانپِ مدینہ جب کاروان روانہ صلی علیاً مُحَمَّدَ کا لب پہ ہو ترانہ  
 بہ دیزیاں ہوں جس دم اشعار غاشیاں حبِ رحمتِ خدا کا لٹھنے لگئے خرزانہ  
 سرچشمہ عطا سے میرا سلام کہنا  
 محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا  
 باسِ ادب یہ کتنا اے ہادیِ مکرم اے خفتِ مکمل اے رحمتِ مجسم  
 تھے نظر تظر پر قربان ہر دو عالم شـارـقـ غـرـبـ شـارـقـ یہ کہہ رہا تھا پیغم  
 سردارِ دوسرا سے میرا سلام کہنا  
 محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا

## شاعر لکھنؤی

مجسے کیف عجب ہے تمار آنکھوں میں  
 با ہوا ہے نئی کا دیار آنکھوں میں  
 جو آئی یادِ مدینہ تو آنسوؤں کی طرح  
 چھپا لیا ہے اُسے بے قرار آنکھوں میں  
 گھڑے ہوئے میں ترے در پتیرے دیوانے  
 وفا کی تدریٹے اشکبار آنکھوں میں  
 قسمِ ندا کی مدینہ جنہوں نے دیکھا ہے  
 میں ڈھونڈ لوں گا وہ آنکھیں ہزار آنکھوں میں  
 تصورات میں طیبہ ہے رو برو شائر  
 رجی ہونی ہے مجسم بھار آنکھوں میں



## شہزاد احمد

جہاں ہا و ہو میں سب تماشے ایک جیسے ہیں  
 مجھے رسمتہ و کھامولا کہ رستے ایک جیسے ہیں  
 کبھی تیر شریعت کی ضرورت کم نہیں ہوگی  
 جہاں میں آدمیت کے تعاقبے ایک جیسے ہیں  
 جو انساں ہے وہ تیرے ارتقا کا ہو چکا قابل  
 جسے انسان کہتے ہیں فقط انسان کا حصہ ہے  
 زمین و آسمان دونوں انل سے ایک جیسے ہیں  
 فرمانے کر دیا سردار تجھے کو سارے نبیوں کا  
 ہے اک سورج جُداباتی ستارے ایک جیسے ہیں  
 لی بہرہ مل کو بھی سرفرازی تیری قربتے  
 و گرنہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں  
 جو تیری یاد میں گزرے وہی پل زندگی ٹھہرے  
 بظاہر ساری گھڑیاں سائے لمبے ایک جیسے ہیں  
 الگ رہنے کی خواہش دوسروں کے کس طرح کچھے  
 درختوں پر ہری شاخوں کے پتے ایک جیسے ہیں  
 حقوق آدمیت میں کوئی تفریق ناممکن  
 وہ منصف ہے اُسے اپنے پرانے ایک جیسے ہیں  
 مجھے شہزاد اُس کی آرزو ہے جس کی برکتے  
 سردوں پر حجتِ بیزان کے سائے ایک جیسے ہیں

## افبال حسین شوقي

نگارِ کیف و متی جلوہ سامان ہے جہاں میں ہوں  
بہارِ عشق صد لالہ بد اماں ہے جہاں میں ہوں

جمالِ روئے تا باں آفتِ جان ہے جہاں میں ہوں  
ہر اک شے صورتِ آئینہ حیران ہے جہاں میں ہوں

دل بیتاب پر لطفِ فراداں ہے جہاں میں ہوں  
ہر اشک اک قطرہ گوہر بد اماں ہے جہاں میں ہوں

چیک اُٹھا ہے بوئے مشک سے ہر غنچہ خاطر  
نیمِ زلفِ جاتاں عنبرِ افشاں ہے جہاں میں ہوں  
متاعِ عقل و ہوش و آگہی کی خیر ہو یا رب  
چراغِ طورِ فانوسِ شبستان ہے جہاں میں ہوں

ہر اک بانب پھڑا ہے نغمہِ سملِ علیٰ شوقي  
ہر اک وصفِ محمد کا شناخواں ہے جہاں میں ہوں

## ضیاءُ القادری بدایوںی

تم ہر عرش کی زینت والے تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو تاریخ شفاعت والے تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو صبر بوت والے تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو حسن کی دولت والے تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو چاند سی صورت والے تم پر لاکھوں سلام  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو عرش بریں کے تارے تم ہو آمنہ کے مبارے  
 تم ہو خلق کے راج دلائے تم ہو اپنے خدا کے پیارے  
 تم ہونا ز و نزاکت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 سبے نور تمارا اول سب سے ذات تماری فضل  
 سبے دین تمارا اکمل تم نے کفریں ڈالی بچل  
 تم ہو حق صداقت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 تم ہو مونس محسن وہدم تم ہو حسن واجبل و اکرم  
 تم ہو فخر خلیل و آدم تم ہو شہزاد و رحمت عالم  
 تم ہو نشیش امت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

تم ہو مطلع نور الہی تم ہو حمت نامناہی  
 تم پر ختم خدا آگاہی تم پر شیان شوکت شاہی  
 تم ہو ملک و حکومت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 ہم ہیں مجرم ہم ناکارے ہم ہیں حشر میں خوف کے مارے  
 ہم ہیں مولاً گھاث کنارے تم ہوناؤ کے کھیون ہارے  
 تم ہو قلزم حمت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 شاہا خلق کی حالت دیکھو مولاً کفر کی حق ت دیکھو  
 ہم سے رب کی عداوت دیکھو دیکھو جانبِ اُمت دیکھو  
 تم ہو حمت و رفت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 شاہا بھر اعانت آؤ لے کر پر پیغم نفرت آؤ  
 دیکھو حالتِ اُمت آؤ آؤ آؤ بجلست آؤ  
 تم ہو سرد مردت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام  
 بھروسہ لوز سے میرا سینہ کر دو قلب مر آسینہ  
 مجھ کو دو بھرا ب ہے جینا شاہا ہوں مشاقِ مدینہ  
 تم ہو سب کی حمایت والے تم ہو چاند سی صورت والے  
 تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

## مولانا ظفر علی خان

(۱)

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمیں تو ہو  
 ہم جس میں بس رہے میں وہ دنیا تمیں تو ہو  
  
 پھونا جو نیئہ شب تارالست سے  
 اس نورِ ادلیں کا اجala تمیں تو ہو  
  
 سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا  
 سب غایتوں کی نایتِ اولیٰ تمیں تو ہو  
  
 جو ما سوا کی مرد سے بھی آگے گزر گیا  
 اے رہ نورِ دجادہ اسریٰ تمیں تو ہو  
  
 گرتے بودن کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے  
 اے تاجدارِ شرب و بُلْبُلِ تمیں تو ہو



(۲)

وہ شمع اُجala جس نے کیا چالیں برس تک غاروں میں  
اک روز جھلکنے والی بھتی سب دنیا کے درباروں میں

رحمت کی گھٹہ میں پھیل گئیں افلاؤ کے گنبد گنبد پر  
وحدت کی تخلی کونڈ گئی آفاق کے سینہ زاروں میں

گرارض دسمائی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو  
یہ زنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلنسیوں سے کھل نہ سکا اور نکاتہ درویسے حل نہ ہوا  
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشادروں میں

میں کرن میں ایک ہی مشعل کی بوکبو و عمر، عثمان دلی  
ہم مرتبہ میں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ہم حق کے علمبرداروں کا ہے اب بھی نرالا مٹھا ٹھوڑی  
مادل کی گرن تکبریروں میں بکلی ای تڑپ تلواروں میں

\*

## سراج الدین ظفر

سبوئے جاں میں چھڈکتا ہے کیمیائی طرح  
 کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح  
 وہ جس کے لُطف سے کھلدا ہے غنچہ اور اک  
 وہ جس کا نام نیم گرہ کٹ کی طرح  
 ٹلہم جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی  
 حرمیم عرش میں وہ یار آشتا کی طرح  
 وہ عرشِ وفرشِ دزمانِ درکانِ لائقش مراد  
 وہ ابتداء کے مطابق وہ انتتا کی طرح  
 اُسی کے حین ساعت کی بھتی کرامتِ خاص  
 وہ اک کتاب کر ہے نسخہ شفا کی طرح  
 بغیرِ عشقِ محمد کسی سے کھل نہ سکے  
 رسولِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح  
 ریاضِ مدح رسالت میں را ہوا بر غزل  
 چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح  
 جمالِ روئے محمد کی تابشوں سے طفتر  
 دماغِ رند ہوا عرشیں بے ریا کی طرح

## غلامِ مُصطفیٰ عشقی

و صنِ محبوب خدا کا جور قم ہوتا ہے  
سر سجدہ پے تنظیمِ تلم ہوتا ہے

اُن کا جو بندہ بے دام و درم ہوتا ہے  
و ہی سلطانِ عرب شادِ عجم ہوتا ہے

اشک افشاں جو مرادیدہ قم ہوتا ہے  
در و عزم دل کا ذرا کچھ مرے کم ہوتا ہے

جلوہ گر دل میں جو محبوب خدا ہوتے ہیں  
خانہ دل یہ مرا بستِ حرم ہوتا ہے

غم، عنیمِ عشق سے بہتر نہیں کوئی عشقی  
روحِ خوش ہوتی ہے جب دل پر یغم ہوتا ہے

## عبدالعزیز خالد

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے      میں سانسوں کا ہمایاں ہوں تو برج ہو اے  
 شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ      تو میرے تختیل سے بھی ماروا ہے  
 تری ذات فخرِ نبی نوعِ انسان      تو سُل علی خیرِ خلقِ خُدا ہے  
 وقارِ سکوت اور حُسنِ تکلم      تجھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے  
 چلے تو تو خوش برچلے آگے آگے      بدستِ صبا مجرِ عالیہ ہے  
 تو دل بھونی دغمگاری کا پیکر      تو خیرِ البشر اشرف الانبیا ہے  
 طبیعت میں دل سوزی دل نوازی      تو دلگشیر کے در دل کی دوا ہے  
 تو کرتا ہے تو قیسروں کی ریشمِ ہمایاں      تو بے برگ و تادار کا آسرا ہے  
 دَلَیلِ دَلَفیلِ وَصَمَاتِ عَالَمِ      تو سیاحِ دشت وَرَاءُ الْوَرَاءِ  
 دَقَمِ مِنْ سَحِیفَوْنِ مِنْ الْقَابِ تَسِيرَے  
 تو یسین و طاہا میں طلعت نما ہے

## عاصی کرنالی

- سلام اس پر مجھ کو نین پر جس سے شباب آیا      سلام اس پر جو ظلمت میں مثال آفتاب آیا
- سلام اس پر جو بادل بن کے اٹھا کوہ فاران سے      سلام اس کے جو دریا بن کے امدادشت ویران سے
- سلام اس پر کہ جس کی ہر نظر فیضان ہوتی تھی      سلام اس پر کہ جس کی ہر نظر فیضان ہوتی تھی
- سلام اس پر کہ جس کا ہر مسم موج کو شر تھا      سلام اس پر کہ جس کا ہر کلم سلک گو ہر تھا
- سلام اس پر کہ جس کے مُکرانے سے بمار آئی      سلام اس پر نفس سے جس کے باو خوشگوار آئی
- سلام اس پر کہ ماچ قیسی ری تھا جس کی ٹھوکر میں      سلام اس پر محنتی دولت یعنی جس کی چشم اڑیں
- سلام اس کے میں ساف سینے جس نے کینے نے      سلام اس پر لگایا دشمنوں کو جس نے سینے سے
- سلام اس پر کہ آنسو جس نے پونچے دلہن دل کے      سلام اس پر کہ جس نے کاٹ دالے طوق بند کے
- سلام اس کے ہر قطرے کو جس نے نبیش طوفان دی      سلام اس پر کہ جس نے موکوشاں سلیمان دی
- سلام اس پر کہ جس کی زندگی معراجِ ادم ہے      سلام اس پر کہ جس کی زندگی معراجِ ادم ہے
- سلام اس پر بشر کا بول بالا کر دیا جس نے      سلام اس پر میں الشد والا کر دیا جس نے
- سلام اس پر تو میں الشد والا کر دیا جس نے

## عارف عبدالمتین

(۱)

تری حدیث ترے رو برو سناؤں تجھے یا آر زدہ کمی آئندہ دکھاؤں تجھے  
 میں اپنی ذات کا غابر حرا کروں تعمیر بعد نیازِ عقیدت دہاں بلاوں تجھے  
 مراد قاری بھی تو ہو مری پتا و بھی تو میں خود زمین بنوں آسمان بتائیں تجھے  
 حرے لئے تو تری یاد بھی محال ہونی کراید کے لئے لازم ہے بھول جاؤں تجھے  
 غمِ جہاں، غمِ جاں اور غمِ دراءے جہاں میں کون کو نہ ختم نہاں دکھاؤں تجھے  
 برس رہی ہے ترے رُخ کی چاندنی مجھے قریب آگہ میں سینے سے بھی لگاؤں تجھے  
 تو روٹھ جائے تو میں کس طرح منائیں تجھے تو مجھ سے رُذکھ مگر روٹھنے سے پہلے بتا  
 یہ میرا شوق کہ میں تجھ کو بر ملا دیکھوں یہ میرا رشک کہ میں خود سے بھی جھیپاؤں بجھے  
 کہاں کہاں مجھے تیرے کرم کی حاجت ہے تر جاتا ہے تو میں کس لئے سمجھاؤں تجھے

(۲)

میں دُصلانور کے ہر سانچے میں ڈھالے سے ترے  
جان دل سرو چراگاں میں اُباليے سے ترے!

تیرے رشتؤں کی نہایت میں اذل اور ابد  
میں ہر اک عمد میں جیتا ہوں حوالے سے ترے!

خود بھی گرتا ہوں، گراما ہے زمانہ بھی مجھے،  
میں سنبھلتا ہوں فقط ایک سنبھالے سے ترے!

بارگستی تو اٹھا رکھا ہے، پر تمیرے حضور  
آنکھ اٹھائی نہیں جاتی ہے، جیالے سے ترے!

تیرا آغوشِ محبت ہے جسانوں پر محیط،  
تیری مھفل سے گیا کون نکالے سے ترے!

اس کے ہوتوں کی تمنا نہ رہا، آپ حیات  
جس نے اک گھونٹ بھی چکھا ہے پیالے سے ترے!

لب بیئے گوش برآواز میں یہ ارض و سما،  
بات کرنے کے یہ انداز نرالے سے ترے!

## فیض الحسن دینض سہارپوری

تراتبہ ہے یا احمد مقام اللہ اکبر کا  
تمی رتبہ شناسی رتبہ ہے پسون دادر کا

وہ طوبی جس کا چھپا ہے ستون ہے تیری مسجد کا  
وہ جنت جس کی خشت ہے نمونہ ہے ترے گھر کا

تمتا ہے کہ اک اک بال کی سو سو بلائیں لوں  
جو نقشہ ہاتھ آج بائے تری زلفِ معبر کا

تمتا ہے کہ کانٹوں پر ترے صحراء کے جالوں  
رگِ مجنوں کو پھر سودا ہوا ہے ذکرِ نشر کا

ہمیں روئے سے کیا نسبت مگر جب تیرنام آئے  
تو کچھ نقشہ بدلتا ہے اپنے دیدہ تر کا

بُرا ہوں یا بھولا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا ہوں  
طریقہ ہے کریوں بھاٹا ہنا اپنے چاکر کا

وہ ضعف ناتوانی ہے کہ مرغ نیم بسل بھی  
یہ کتاب ہے چلو و مکھیں تماشا فیضِ منظر کا

## ڈاکٹر فرمان فتحپوری

فَارَانَ كَيْ چُونِي ٿُر چِڪا خُور شِيدِ رسَاتِ كِيَا كِهنا  
ايمانَ كَيْ كِرْنُونَ سَے پِيشِي هِرْسَتِ حرارتِ كِيَا كِهنا

وَهِ عِينِ جَمَالِ حِسْنِ اَذْلِ نَجَّارِ اَهِيْ ٻِشْكُلِ خِتَمِ رُسْلِ  
مَوْشِنِ ڀِنِ عَرَبِ كَيْ دَشْتِ دَجَلِ يِهِ نُورِ كِيْ كِثْرَتِ كِيَا كِهنا

وَهِ عَالَمُ هُوْ، جَلَوْدُونِ مِنْ عُلُوْ، غَنْجُونِ مِنْ بُوْهِرَشِيْ مِنْ نُوْ  
شِبِنِ سَے كِيَا جَاتَاهِيْ ڏِنْوِ، يِهِ بَارَشِ رَحْمَتِ كِيَا كِهنا

جَلَوْدُونِ كَيْ كِيْ كَيْ ٻِيْ جَمِيلِ سَجَدَسِ مِنْ گَهِ سَبِ جَنِيْهُ  
شَادَوْنِ ہَيْ زَمِنِ حِيرَانِ ہَيْ ٺِلَڪَانِسَانِ كِيْ قَسَتِ كِيَا كِهنا

وَهِ بَيْسِ نُورِ دَسْدَقِ وَسَفَادِ وَمَخْزَنِ لَطْفِ وَجَوْدِ عَطَا  
بُشْتِيْ ہَيْ جَمَارِ ہَرِ بَسْعِ دَسَاسِ ايمانَ كَيْ دَولَتِ كِيَا كِهنا

وَهِ نُورِ ہِدَىِ مَجْبُوبِ خَدَّا حَتَّىِ جَنِ ٻِهِ فَدَاجُونَىِ ٻِهِ فَدا  
وَهِ مَحْفَلِ نَازِ وَحْسَنِ دَادَادِهِ مَگْرِيِ الْفَتِ كِيَا كِهنا

اَيْ كَاشِ كَمِينِ فَرَمَانِ حَزِينِ رَكَهِ ٻِيْئَهِ دَرِ مُولاِ چِبَيْسِ  
بَهْرَنَعَتِ كِيْ كِثْرَتِ كِيَا كِهنا اَشْعَارِ كِيْ لَذَتِ كِيَا كِهنا

## محمد عالمگیر خاں کیف ٹونکی

در نبی پر پڑا رہوں گا، پڑے ہی رہنے میں کام ہو گا  
 کبھی تو قسمت کھلے گی میری کبھی تو میرا سلام ہو گا  
  
 خلافِ معشوق کچھ ہوا ہے نہ کوئی ساشق سے کام ہو گا  
 خدا بھی ہو گا اُدھر ہی اے دل جدھروہ عالی مقام ہو گا  
  
 کے ہی جاؤں گا عرض مطلب ملے گا جست کتنے دل مطلب  
 نہ شام مطلب کی صبح ہو گی نہ یہ فنا نہ تمام ہو گا  
  
 جو دل سے ہے مائلِ پیغمبر یہ اُس کی پیچان ہے مقرر  
 کہ ہر دم اس بے فوا کے لب پر درود ہو گا سلام ہو گا  
  
 اسی توقع پر جی رہا ہوں میہی نہ تھا جلا رہی ہے  
 نگاہ لطف و کرم نہ ہو گی تو مجھ کو جیتنا حرام ہو گا  
  
 ہوئی جو کوثر پر بار بیابی تو کیف کی تیرے دھج یہ ہو گی  
 بغل میں میتا، نظر میں ساتی خوشی سے ہاتھوں میں عالم ہو گا

## جو دھری دلورام کو شری

مجھے نعمت نے شاد بانی میں رکھا  
کہ مصروف شیریں بیانی میں رکھا  
میں لکھتا رہا نعمت اور حق نے شبھر قمر کو مری پاس بانی میں رکھا  
درِ مصطفیٰ کی ملے گر گدائی تو تمہر کیا ہے صاحبِ قرانی میں رکھا  
جو ذرہ اڑا شہ کی گرد قدم کا زمانے نے تاج کیا بانی میں رکھا

---

نہ کر آفتاپِ فلک اتنا غرہ کہ تجھ کو مجھی ہے دارِ فانی میں رکھا  
درِ حضرتِ مصطفیٰ مجھ کو بخشنا تجھے منزلِ آسمانی میں رکھا  
تو ہے در بدرِ گردشِ آسمان سے مجھے حلقتہِ هر بانی میں رکھا

---

نہ کر شور اے بلبلِ گلِ فناہ ہے کیا تیری اس لئن ترانی میں رکھا  
میں ہوں نعمت گو میرا ربہ بڑا ہے نہیں کچھ تزی ہم زبانی میں رکھا  
مرے منہ سے منتظر تھی نعمتِ حضرت مجھے فرو طب اللسانی میں رکھا

---

ذرانِ نقشہ نعمت کا کر نظر ارہ ہے کیا نقشِ بہزاد دمانی میں رکھا  
بھارِ بیانِ شناۓ نبی نے دہن کو مری گلِ فشاںی میں رکھا  
لکھیں کو نثری عمرِ بھر میں نے نعمتیں  
کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

# قاضی نذرالاسلام

مترجمہ افسر راہ پوری

میرے مانجھی لئے چل دینے مجھے  
 میرا مرشد ہے تو اور حرا راہ بر  
 میں ہوں اس راہ سے آج تک بے خبر  
 احمد مصطفیٰ رحمتِ دو جہاں  
 میرے مانجھی وہ سوئے ہوئے ہیں دبائیں  
 اب نہ ہو گا وہ دیدارِ رودے حسین  
 جان نکھ جائے میری یہ ممکن نہیں  
 ریگز اردوں میں گر کوئی دریا نہیں  
 غم نہ کر اس سے رُکتا ہے رستے کمیں  
 اس قدرِ رودوں کا بہہ چلے گی ندی  
 راہ آسان ہو جائے گی ناؤ کی  
 اپنے چہرے پہ خاکِ مدینہ ملوں  
 اور اپنے محمد کا لکھہ طیبہ پڑھوں  
 میری آنکھیں ہوں اور آنسوؤں کی جھڑی  
 جیسے تھیں کربلا میں سکینہ کبھی  
 میرے مانجھی لئے چل دینے مجھے

## سَيِّدُ عَبْدِ الْغَنَى شَاه قِيسْرِ وَارْقَى هَرَادَابَادِي

اے صَلِّ عَلَى مُحْبُوبِ خَدَا تَرَے حَسْنٌ وَأَدَاءً كَمَا كُنَّا  
سَبْ تَوْرَدُ مَلَكُ قَرْبَانِ تَجْهِيْزٍ پَرَّ اسْ شَانِ خَدَا كَمَا كُنَّا

یہ شَامُ وَسَحْرٍ يَہُ هَرَوْ قَرَیْ غَنْجَہُ وَگُلُّ ذَرَّے سَارَے  
قَرْبَانِ مِیں سَبْ تَسْیرَے رُخْ پَرَّ اسْ نُورَدِ نَسِیَا کَمَا كُنَّا

بَخْشَنَدَهُ تَحْتَ دَّتَاجَ مَكْرُ خَوْدُ خَاکَ نَشِينَ كَمْلَی اوْرَے  
اے شَاهِ دُوْ عَالَمِ اسْ سَادَهِ اِنْدَازِ وَأَدَاءً كَمَا كُنَّا

فَاقَے پَرَّ فَاقَے اسْ گَھرِ میں جِسْ گَھرِ میں خَدَانِی لَثَتَیْ ہُو  
اسْ شَانِ تَجْمَلَ کے سَدَقَے اسْ سَبِرُ وَرْنَا کَمَا كُنَّا

جَبْ سَے تَرَا دَامَنْ تَهَامَ لِيَا مَحْتَاجَ كَبِيْهِ قَيْصَرَةِ رَبِّا  
جو مَازِگَّا دَهْ توْنَے اُسْ کو دِیَا اسْ لُكْفُ عَطَّلَا کَمَا كُنَّا

## لِفْلِينِ اَحْمَدِ مُنَوَّرِ بَدَايُونِی

ہر دل کی تسلی بھی ہے، ہر غم کی دو ابھی  
کیا چیز ہے مولا تیری حاکِ کف پا بھی

ہونے کو تو ہو گی دلِ مضر کی دو ابھی  
اکیر ہے لیکن تیرے دامن کی ہوا بھی

لب پر ہے تیرا نام تو کیا اور طلب ہو  
اے سلِ علی! یہ تو دو ابھی ہے دعا بھی

میں تم سے وہ کہتا ہوں جو کہنا ہے خدا سے  
جب تم مری سن لو گے تو سن لے گا خدا بھی

جب دل میں وہ بلوے ہوں تو دنیا ہے منور  
بیٹے کی غرض ہے کوئی بیٹے کے سوا بھی

## ماہر القادری

سلام اس پر کہ جس نے بیکیوں کی دستگیری کی  
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر بچوں برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائل دیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ بادداں دے دی

سلام اس پر ابوسفیانؓ کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے سماں میں

سلام اس پر ہوا مجرد حج جو بازارِ طائف میں

سلام اس پر کہ نہیں کے گھر میں چاندی تھی نہ سوتا تھا

سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچپونا مفت

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اس پر جو بھوکارہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بہر دیں فقروں کی

سلام اس پر کہ جس نے کھوں دیں مشکلیں اسیروں کی

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سر ما بیا

سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اندر کا نہ تھا سایا

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موئی بھیرے میں  
 سلام اس پر بُرُوں کو جس نے فرمایا "میرے میں"  
 سلام اس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو  
 سلام اس پر کہ ساکن کر دیا طوفان کی موجودوں کو  
 سلام اس پر کہ جس نے کافر دن کے زور کو تورا  
 سلام اس پر کہ جس نے پنجہ بیداد کو موڑا  
 سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی  
 درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی  
 درود اس پر تبسم جس کا محفل کے مُسکرانے میں  
 درود اس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں  
 درود اس پر کہ جس کا تذکرہ عینِ عبادت ہے  
 درود اس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے  
 درود اس پر کہ جو تھا صدرِ محفل پاک بازوں میں  
 درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں  
 درود اس پر جسے شمعِ شبتانِ ازل کیئے  
 درود اس پر ابد کی بزم کا جن کو کنوں کیئے  
 درود اس پر بہارِ گلشنِ عالم جسے کیئے  
 درود اس ذات پر فخر بنی آدم جسے کیئے  
 رسول "مجتبی" کیئے محمد مصطفیٰ کیئے  
 وہ جس کو مادی "دع ماکد"، خذ ما صفا" کیئے  
 درود اس پر کہ جو ماتھر کی امیدوں کا طباہ ہے  
 درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سمارا ہے

## حَشْرِ رَسُولِ نَجْرُونِی

دیباچہ نجات ہے سنت رسول کی سرمایہ حیات ہے حکمت رسول کی  
 فرقانِ خیر و شر بے نبوت رسول کی ہر چیز کو محیط ہے سیرت رسول کی  
 اس سے حیات کا کوئی گوشہ بجا نہیں  
 دنیا میں اور کوئی رہ ارتقا نہیں

قرآن کی جستی جاگتی تصویر ہے یہی ہر شعبہ حیات کی تفسیر ہے یہی  
 اک زندہ شرح آیہ تفسیر ہے یہی تمہیدِ انقلابِ جهانگیر ہے یہی  
 عرفانِ حق کا اول دآخری یہی تو ہے  
 اس باطنِ حیات کا ظاہر یہی تو ہے

اہل فنا کے واسطے آب بقا ہے یہ شیرازہ بند عالمِ عشق و رفنا ہے یہ  
 باطل کی ظلمتوں میں پراغِ بدی ہے مشکل کسی طرح کی ہو، مشکل کثاب ہے  
 مغرب کا ہر نظامِ عمل بے ثبات ہے  
 سُن لوكہ عصرِ نو کی اسی میں نجات ہے

## منظور حسین شور

گفتگو کا راز کیا تجھیں کی آولہ کیا  
 بام عنان نبی پر عقل کی پرواہ کیا  
 وہ رسول دوسرا وہ تاجدار بحر وہ  
 لوٹتے ہیں جس کے قدموں پر جمکنا تھا فیض و کسری کا سر  
 جس کے قدموں پر جمکنا تھا فیض و کسری کا سر  
 لیتی ہے جس کی فقیری تاجداری سے خراج  
 وہ سیمیوں کا سہارا وہ خوبیوں کی بیان  
 نطق جس کا بندگی جس کا تنفس لا الہ  
 جاں نوازی جس کی طبیعت دوستی جس کا خیر  
 وہ نبی وہ امت بیمار کا تیمار دار  
 جس نے ارزائی کیا اولاد آدم کو تعمیر  
 زندگی کی دھوپ میں وہ سایہ پرورگار  
 رحمت الل تعالیٰ میں بن کر جو آیا وہ رسول  
 آدمی کو آدمی جس نے بنایا وہ رسول  
 منظرِ ذاتِ ندا، خیر الورا، خیر الانام  
 بے وسو سلیمان نہیں روح الامین بھی جس کا نام  
 نکفہ ہے جس کے فیضِ ہوش کا دریوڑہ گر  
 جس کے بامِ معرفت پر عقل کے جلتے ہیں پر  
 خاک ہو جس کا نشیمن عرشِ محبوب کا مقام  
 اس کی شاہی کو سلام اس کی فقیری کو سلام!

## مظہر عرفانی

جب توجہ مرے بس کارے فرمائی ہے  
یا محمد کی صادل سے مرے آئی ہے

اُن کے قدموں پے تصور میں تریستی ہے طلب  
کتنا یہ تاب مراد ذوقِ جبیں سائی ہے

ہم سمجھتے ہیں اسے گنبدِ خضری کا جہاں  
لوگ کہتے ہیں گلستانِ میں بمار آئی ہے

اب نہ آئے کا کوئی ساحبِ معراجِ یہاں  
اے مشیت، یہ تری آخری انگڑائی ہے

شوقي پابندی آداب پہ ہمنے والو  
یہ ہے نادانی تو نادانی بھی دانانی ہے

ہم درختِ اسلام سے نہ پھریں گے مظلوم  
ہم ہے، یہ عقیدت کی قسم کھائی ہے

## خوشیِ محمد ناظر

سلام اُس پر جو بن کر رحمت اللعالمین آیا  
 علمبردار حق بن کر سپہ سالار ویں آیا  
 سلام اس پر کہ وہیا میں انوت کی بنادالی  
 لمیز بندہ و آفازمانے سے مشاذالی  
 سلام اُس پر کہ جس نے کی تلافی زیر دستی کی  
 یتیمیوں اور بیواؤں کی جس نے سر پستی کی  
 سلام اس پر کہ عبیدیت بھی جس پر نازکرتی ہے  
 رثیا سے پرے انسانیت پرواز کرتی ہے  
 سلام اُس پر کہ آدابِ معیشت جس نے سکھائے  
 سلام اُس پر قوانینِ سیاست جس نے سمجھائے  
 سلام اُس پر کہ جس کا نام روشن ہے امامت میں  
 صداقت میں شجاعت میں ترافت میں دیانت میں  
 سلام اُس ماہِ کامل پر کہ پرتو پار ہیں جس کے  
 ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر یار ہیں جس کے  
 سلام اُس پر کہ دینِ حق مکمل کر دیا جس نے  
 جہاں سارا خدا کی نعمتوں سے بھروسایا جس نے  
 سلام اُس پر قیامت تک نبوت جس کی جاری ہے  
 رہیں مشتِ فینان دنیا جس کی ساری ہے

## نیڑ و اسٹی

تری جائیوں سے پرے کیمی جو نگاہ شوق بکھل گئی  
تری جلوہ گاہِ جمال میں ترے آستاں پہ مل گئی

یومنی رات عمرِ عزیز کی ترے اس طار میں ڈپتا گئی  
مری شمعِ محفل آندہ کیمی جمل گئی کبھی پچھر کئی

ترے گونے آز سے شورِ اٹھا کہ اک اور غمزہ دلبما  
تری آینےِ حسنِ جہانتاں جو گلوئے عشق پہ چل گئی

کشش نظامِ دل و تظریزی جیشمِ لطفِ در کرم سے ہے  
جو تری نگاہ بدیل گئی تو ہر اک زدہ بدیل سئی

کوئی نذرِ کام نہ آسکی، تری بار گاہِ قبول میں  
مگر اک فغانِ دل حزیں جو غزل کے روپ میں ڈھل گئی

## وحشتِ کلکتوی

سوادِ عرشِ اعظم ہے جلو فانہِ محمد کا  
کلامِ اشد ہے دراصل افسانہِ محمد کا

نہ ہر دل لائقِ الفت نہ ہر سر قابلِ سودا  
وہ خوش قسمت ہے جو ہوتا ہے دیوانہِ محمد کا

مئے عشقِ احمد سے بزمِ احمد یوں ہوئی روشن  
کہ لبریز مئے عرفان ہے پیمانہِ محمد کا

جسے دیکھو وہ ہے جامِ مئے تو جید سے سرخوش  
سرورِ افزاںے بزمِ دل ہے میخانہِ محمد کا

چراغِ طور کا پرداز ہو کر رہ گئے موسیٰ  
چراغِ طورِ خود ہوتا ہے پردازِ محمد کا

حدیثِ ولپذیر افسونِ تکینِ زمانہ ہے  
زبانِ غلق پر جاری ہے افسانہِ محمد کا

کسی کا چل سکا جاؤ نہ طبع و حشت آگینہ  
خدا کا شکر ہے وحشت ہے دیوانہِ محمد کا

## وَحَبِيلٌ بِسْوَى

یا نبی جلوہ پر نور دکھایا ہوتا  
کوئی دن مجدد کو مدینے میں بلا یا ہوتا

سوختہ دل ہوں کلیجہ مرا نصڑا ہوتا  
شجر روضہ اقدس کا جوسا یا ہوتا

طاہر دل سرا وحشی تھا خدا یا اس کو  
دام گیسوئے محمد میں پھنسا یا ہوتا

سرد ہوتا مرا دل آتشِ جہراں سے تبھی  
دو گھڑی ہجڑ پیسہ سر میں رو لایا ہوتا

رات دن روضہ اقدس کا نظارہ کرتا  
کوئی گھر رہنے کو شرب میں جو پایا ہوتا

وید کا اُس کی ہے مشاق و حید مخزوں  
ہند سے اُس کو مدینے میں بلا یا ہوتا

## یوسف ظفر

حاصلِ قرآن، نورِ جمیع مسلمَ اللہ علیہ وسلم  
شاہِ عربِ سرکارِ دو عالمِ مسلمَ اللہ علیہ وسلم

نگاہِ رُدِ باطنِ نور کا مامنِ ظاہر افسانِ ملکِ قرآن  
وہر میں وہ اللہ کا پرجمیع مسلمَ اللہ علیہ وسلم

عصمت و عفت کا رکھوا لا درسا خوت و فتنہ الا  
علمت کے اسرار کا حاصلِ مسلمَ اللہ علیہ وسلم

بے کس دنکس کا وہ حامیِ رحمتِ ایزد کا دوپیامی  
بارگہِ حق میں ہے کرمِ مسلمَ اللہ علیہ وسلم

لاکھوں سلام اے بادیِ برحقِ امتِ پھرِ محنت بے تیر کا  
جس کی زبان پر اب بھی ہے ہر دمِ مسلمَ اللہ علیہ وسلم

# مطبوعاتِ فرمان فتح پوری

- ۱۔ اردو افسانہ اور افسانہ نگار۔ ۱۹۸۳ء۔ ۱۹۸۲ء۔ ۱۹۸۰ء۔ ۱۹۷۴ء۔ ۱۹۷۳ء۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۶۹ء۔
- ۲۔ اردو رہائی کافنی اور تاریخی ارتقاء۔ ۱۹۸۲ء۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۳۔ تحقیق و تفسیر۔ ۱۹۷۳ء۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۴۔ اردو کی منظوم داستانیں۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۵۔ غالب شاعر امروز فردا۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۶۔ اردو شہرا کے ذکرے اور مذکورہ نگاری۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۷۔ نیا اور پرانا ادب۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۸۔ دریائے عشق اور بحر الحب کا تقابلی جائزہ۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۹۔ نواب مرزا شوق کی مہنیات۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۱۰۔ زبان اور اردو زبان۔ ۱۹۷۳ء۔ ۱۹۷۲ء۔
- ۱۱۔ قریزمانی سیکم۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۱۲۔ اردو کی نعمتی شاعری۔ ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۳ء۔
- ۱۳۔ ارمنان گوکل پر شاد۔ ۱۹۷۵ء۔
- ۱۴۔ تحریک پاکستان اور قائد اعظم۔ ۱۹۷۴ء۔ ۱۹۷۳ء۔
- ۱۵۔ ڈاکٹر محمود حسین شخصیت اور کارنامے۔ ۱۹۷۴ء۔
- ۱۶۔ میر انیس حیات اور شاعری۔ ۱۹۷۶ء۔
- ۱۷۔ مولانا حسرت موبانی شخصیت اور فن۔ ۱۹۷۷ء۔
- ۱۸۔ ہندی اردو تسانیع۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۶ء۔
- ۱۹۔ اردو اطلا اردو رسم لفظ۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۶ء۔ ۱۹۷۵ء۔
- ۲۰۔ اقبال سب کے لئے۔ ۱۹۷۸ء۔ ۱۹۷۷ء۔
- ۲۱۔ تاویل و تفسیر۔ ۱۹۸۰ء۔ ۱۹۷۹ء۔
- ۲۲۔ سرہید آن دی پرینٹ اسٹیٹ پالنس۔ ۱۹۸۲ء۔
- ۲۳۔ اردو افسانہ اور افسانہ نگار۔ ۱۹۸۳ء۔
- ۲۴۔ دید و بازدید (سفر نامہ)۔ ۱۹۸۲ء۔
- ۲۵۔ خطبات محمود۔ ۱۹۸۳ء۔
- ۲۶۔ فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت۔ ۱۹۸۳ء۔
- ۲۷۔ نیاز فتح پوری شخصیت اور فکر و فن۔ ۱۹۸۴ء۔
- ۲۸۔ پاکستان موومنٹ ایڈ ہندی اردو کا انٹلیکٹ۔ ۱۹۸۴ء۔
- ۲۹۔ اردو کا افسانوی ادب۔ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۰۔ اردو کی ظریفۃ شاعری اور اسکے نمائندے۔ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۱۔ مولانا جوہر حیات اور کارنامے۔ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۲۔ اردو نشر کافنی ارتقاء۔ ۱۹۹۰ء۔ ۱۹۸۹ء۔ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۳۔ اردو شاعری کافنی ارتقاء۔ ۱۹۹۰ء۔ ۱۹۸۹ء۔ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۴۔ اردو کی بسترن مہنیات۔ ۱۹۹۰ء۔
- ۳۵۔ نیاز فتح پوری دیدہ و شیدہ۔ ۱۹۹۰ء۔
- ۳۶۔ اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ۔ ۱۹۹۰ء۔
- ۳۷۔ اردو اطلا اور قواعد۔ ۱۹۹۰ء۔
- ۳۸۔ قوی یک جتی اردو اور پاکستان۔ ۱۹۹۲ء۔
- ۳۹۔ ادبیات و شخصیات۔ ۱۹۹۳ء۔
- ۴۰۔ پاکستان اور سری پر کاش۔ ۱۹۹۳ء۔
- ۴۱۔ تمنا کا دوسرا قدم اور غالب۔ ۱۹۹۵ء۔
- ۴۲۔ غزل اردو کی شاعری روایت۔ ۱۹۹۵ء۔
- ۴۳۔ زبان اور اردو زبان (بعد نظر میں د استاذ ۱۹۹۵ء)